

عَالَمِي مَجْلِسِ اَلْاِخْتِمَارِ نُبُوِّ لَا بَا رَجَا نِ اَلْاَوَّلِ

INTERNATIONAL KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN
URDU WEEKLY

ہفت روزہ
ختم نبوت
۷

شمارہ نمبر ۱۶۴۵

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۲ جمادی الاول ۱۴۰۱ ۶ تا ۱۹ ستمبر ۱۹۸۰

جلد نمبر ۱۵

اشاعت
خاص



7 ستمبر ۱۹۸۰

مرزا قادیانی لاہوری کو غیر مسلم اقلیت

قوی اسمبلی کا مفتقہ فیصلہ

قادیانی اپنے مذہب کے
لگ شعائر ایجاد کریں

جلسہ عبد القدیر چوہدری کا تاریخی فیصلہ

امتناع قادیانیت اردیننس

قائد تحریک ختم نبوت

قافلہ امیر شریعت کی دہلیز پر فتح و کامرانی

7 ستمبر

تاریخ ساز دن
آئینی تقاضے
تاریخی جائزہ

قیمت: ۱۵ روپے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ۶ نئی مطبوعات

مکمل سیٹ منگوانے پر
خصوصی رعایت

قومی تاریخی دستاویز (اردو)

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی
مرزا ناصر و صدر الدین - قادیانی دلاوری دونوں گروہوں
کے مرزائی سربراہوں پر ۱۹۷۵ء کی قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح
ہوئی جس کی مکمل تفصیلاً سوالات و جوابات، اس میں شامل ہیں
اس تحریر کو پڑھنے سے آپ کو محسوس ہوگا کہ براہ راست
قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ، مجلد
چار رنگا ٹائٹل، نشیون صفحہ ۳۰۰ سے زائد
قیمت / ۱۵۰ روپے

قادیانی عقائد کا

انسائیکلو پیڈیا

قادیانی مذہب

کا
علمی محاسبہ

جدید ایڈیشن

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۲ء جلد سوم

۶۰۰ صفحات

تالیف: مولانا اللہ وسایا صاحب

○ ۲۹ مئی ۱۹۷۲ء آغاز تحریک سے تا ۲۷ ستمبر ۱۹۷۲ء اختتام
تحریک کے بڑے بڑے مکمل تحقیقی رپورٹ ○ ساخہ رپورہ
کی وجہ سے ملک گیر تحریک کی ہر شہر و قصبہ رپورٹیں
○ اہم شخصیات کے انٹرویوز ○ اخبارات و جرائد
کی تمام خبریں، ادارے کے رپورٹیں ○ تاریخی
اشہادات، نقلیں ○ کتاب کا مکمل اٹھانہ
کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ
چاند نکا مردق جلد قیمت / ۲۰۰

احتساب قادیانیت

از قلم: مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر

حضرت مناظر اسلام کے رد قادیانیت پر تمام رسائل کا مجموعہ

جدید حوالہ جات کا اضافہ - نئی کمپیوٹر کتابت
بہترین کاغذ - عمدہ طباعت - مضبوط جلد - رنگین ٹائٹل

صفحات ۳۰۰ قیمت / ۱۰۰ روپے

از ہیر و فیسر محمد الیاس برنی - ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

کمپیوٹر کتابت سیلی بار سے حوالہ جات - اظہار سے مبرا سفید کاغذ
بہترین طباعت - مضبوط عمدہ جلد - چار رنگا ٹائٹل - ایک
تاریخی علمی دستاویز میں قادیانی تحریک کے عقائد و
عوام و مکمل تاریخ، قادیانیوں کی سیاسی
تلا بازیوں کی مکمل تفصیلات جن میں سے
قادیانی تحریک کے پورے پردہ چاک
کر دیا - صفحات ۱۱۶۲

قیمت / ۳۰۰ روپے

مرزا قادیانی کی مستند سوانحیت

رہنمائی قادیان

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کے قلم سے

پہلی بار کمپیوٹر کتابت سے آراستہ و پیراستہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور مرزا جی کی پیدائش
سے وفات تک اچھوتی و عمدہ تاریخی حقائق پر مشتمل سوانح -
مرزا جی کے قول و عمل سے مزین علمی و تاریخی دستاویز - عمدہ کاغذ
بہترین طباعت - مضبوط جلد - چار رنگا ٹائٹل - صفحات ۶۷۶
قیمت / ۱۵۰ روپے

کاغذ و طباعت مثالی - بہترین کمپیوٹر کتابت

تحفہ قادیانیت (جلد دوم)

(مکمل)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مضبوط جلد - چار رنگا ٹائٹل - صفحات ۳۰۰ سے زائد قیمت / ۱۵۰

یہ جلد حضرت مصنف مظلوم کے ۹ مقالات کا مجموعہ ہے۔ تاریخی، مذہبی، سیاسی
مباحث پر مشتمل عمدہ علمی دستاویز ہے۔ درج ذیل عنوانات پر مقالات ہیں:

- دارالعلوم دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت ○ مسئلہ ختم نبوت اور مولانا نانوتوی
- معرکہ قادیان دلاہور ○ ظلی نبوت کا تاریخی حقیقت ○ پیام اقبال اور قندہ قادیانیت
- مرزا طاہر کے جرمی کے حلیہ کا جواب ○ رپورہ سے تل ایب تک ○ رپورہ سے
تل ایب تک کے جواب کا جواب ○ مرزا قادیانی کے وجود اور تداویہ سپریم کورٹ
جنوبی افریقہ میں تحریری بیان - قندہ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے بہترین کتابت۔

مکمل سیٹ پر چالیس فیصد رعایت

دفتر مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضور بلوار، روڈ ملتان، وی وی پی، لاہور، پاکستان



عالمی ختم نبوت ہفت روزہ

INTERNATIONAL UNDO WEEKLY
KHAATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ختم نبوت

ہفت روزہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

۱۵ مئی ۱۹۹۶ء

۱۹۹۶ء ستمبر ۱۹۹۶ء

جلد نمبر ۱۵

شمارہ نمبر ۱۴-۱۵

REGD. NO. SS-160

مدیر مکتوب

عبد الرحمن بلوچ

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدد

مجلس ادارت

مولانا عبد الرحمن ہاشمی ○ مولانا عبدالملک

مولانا ڈاکٹر عبدالرشید اسکندر ○ مولانا منظور احمد عینی

مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جاوید

مدیر

حسین احمد نیب

سرکولیشن مینیجر

محمد انور رانا

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب الہودیک

ٹرانسپل و سٹریٹنگ

ارشاد دست محمد

- ۳ - ستمبر تاریخ سازوں "آجی ٹاٹ" کی پہلی جازہ
- ۴ - پیغام
- ۳ - مرزائی اور وہ قادیانی گروپ "غیر مسلم اقلیت قومی اسمبلی کا حلقہ فیصلہ"
- ۳ - حزب اختلاف کی قرارداد
- ۱۵ - انتخاب قادیانیت آراء پیش
- ۱۴ - قائد تحریک ختم نبوت
- ۲۸ - تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳ء کی کہانی مولانا کبیر محمد کی زبانی
- ۳۸ - قادیانی اپنے مذہب کے ایک شعلہ ایجاد کریں: شیخ عبدالقادر بریلوی کا تاریخی فیصلہ ۳۸
- ۶ - قائد امیر شریعت

اسکے

شمارے

میں

قیمت ۱۵ روپے

امریکہ - کینڈا - آسٹریلیا اور امریکہ ○ یورپ اور افریقہ ۷۰ روپے
○ محمد عربی اللہ علیہ السلام اور امریکہ
ہیکڑ زرافت نام ملت روزہ ختم نبوت - لکھنؤ - ایک سو چالیس روپے
نمبر ۳۳۳ کراچی پاکستان آرٹیکل کریں

بین الاقوامی ملک چاند

اندونیا ۱۵۰ روپے
ملک ۱۳۵ روپے
چاند ۷۰ روپے

مرکز دہلی

نصرتی بین روڈ ملکن فون 583486_514122
گیس 542277

رابطہ دہلی

جان صاحب الرست ڈسٹریکٹ پرائی ٹائٹل ایم ایس پبلشنگ روڈ کراچی
فون 7780337 گیس 7780340

LONDON OFFICE

35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171-737-8199

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مفتی محمد جمیل خان

ستمبر

تاریخ سازدن آئینی تقاضے تاریخی جائزہ

۷ ستمبر عقیدہ ختم نبوت کی سرپندی و کامرانی کا دن، مسلمانوں کی فتح و کامیابی کا دن، نبی آخر الزمان ﷺ کی عظمت کے تحفظ کا دن لائیں بعدی کے منظر کا دن..... خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کے تازہ ہونے کا دن..... خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰؓ حضرات عشرہ مبشرہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتماع کے مصداق کا دن امام اعظم امام ابو حنیفہؒ اور آئمہ اربعہ کے فیصلے کی صداقت کا دن۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ سید الطائفہ حاجی امد اللہ مہاجر کی، جتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فقہ ملت ابو حنیفہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی دعاؤں کے ثمرات کا دن۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی چھ ماہ کی بے چینی کے بعد الہامی پیش گوئی کے پورے ہونے کا دن، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے رفقاء قاضی حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت پیر مر علی شاہؒ حضرت مولانا داؤد غزنویؒ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا محمد حیاتؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا لعل حسین اختر اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ہزاروں شہداء کے خون کے نذرانہ کی قبولیت کا دن۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۳ء کو روہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے سولہ طلباء کا ختم نبوت زندہ پاؤں کے نعروں کی پاداش میں قادیانیوں کی بربریت کا شکار ہونے اور قربانی کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت کا دن، محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ، مفکر اسلام قائد جمعیت علماء اسلام مولانا مفتی محمود مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ پیکر تقویٰ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، خطیب اسلام مولانا عبدالحکیم، پیکر صدق و وفا مولانا محمد شریف جالندھری، پیکر مہر و رضا مولانا عبید اللہ انور، فقہ ملت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ مجاہد اسلام مولانا تاج محمود، قائد جمعیت العلماء پاکستان مولانا شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث علامہ مصطفیٰ ازہری، مولانا محمد شفیع اکاڑوی، مولانا معین الدین لکھوی، میاں فضل حق، مولانا احسان الہی ظہیر، خطیب بے بدل شورش کشمیری، قائد احرار اسلام حضرت مولانا ابو معاویہ سید عطاء المعظم بخاری، قائد المسنت مولانا مفتی احمد الرحمن، شیخ الشیخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم، میاں طفیل محمد اور کروڑوں فرزند ان توحید جانثاران ختم نبوت، مجاہدین، عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحریک کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان میں کامیابی و سرخروئی کا دن پاکستان کے اراکین قومی اسمبلی اور جناب یعنی اختیار انارنی جنرل پاکستان وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ، قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو کے امتحان میں کامیابی کا دن، جانثاران ختم نبوت کے قائد، عاشق رسول مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے سر پر سر کامرانی بننے کا دن..... ایک ارب بیس کروڑ مسلمانان عالم کے عقیدہ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان و یقین کے اظہار کا دن، قادیانیوں اور مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹے نبی کذاب و دجال کی ذلت و رسوائی کا دن..... قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار پانے کا دن۔ جسہ ملت اسلامیہ سے اخراج کا دن، ناکامی و شکست کا دن، جھوٹ کے پول کھل جانے کا دن، قادیانیوں کے مسترد اور مردود ہونے کا دن۔

۷ ستمبر کا دن تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادگار عظمت رہے گا۔ اس دن تک پہنچنے کے لئے مسلمانوں نے کیا قربانی دی اس کی تفصیلات تو ۹۰ سال پر محیط ہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم مولانا اللہ و سلیمانے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳ء (تین جلدیں) میں تفصیل سے درج کر دی ہیں اور شورش کشمیری اور علامہ احسان الہی ظہیر اور حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی، طاہر عبدالرزاق اور دیگر اہل قلم نے اسے قلب بند کیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظر اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی تو انگریز حکومت کے اشارہ پر مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے

یڑھی چڑھنا شروع کیا پہلے مجدد پھر ممدی پھر مسیح موعود پھر ظلی اور بروزی نبی اور پھر ۱۹۰۱ء میں مستقل نبی کی حیثیت سے خود کو پیش کرنے لگا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ابتدائی تحریروں کو دیکھ کر ہی علماء حق، علماء لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی سے تحریری مناظرہ کیا اور عقائد باطلہ کی روشنی میں اس کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ بعد ازاں اس فتویٰ کی تصدیق فقہ ملت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور علماء حق، علماء دیوبند نے کی۔ اس تصدیق کی روشنی میں علماء و مدرسہ مظاہر العلوم سمانپور، مدرسہ شاہی مراد آباد اور دیگر بڑے بڑے مدارس نے کی۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کئی کی روحانی اولاد اور جانشین اس فتویٰ کے بعد میدان عمل میں اترے۔ امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اس فتنہ کو مستقبل کی حیثیت سے دیکھ رہے تھے اور اس سلسلے میں آپ کو امت مسلمہ کی گمراہی کا بہت زیادہ اندیشہ تھا، فرماتے تھے چھ ماہ مسلسل سوچ و بچار اور دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انشراح صدر فرمایا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے علماء حق کو منتخب فرما کر بشارت عطا فرمائی کہ انشاء اللہ العزیز مسلمان اس فتنہ کا بھرپور مقابلہ کریں گے اور قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی حفاظت فرمائیں گے۔ اس فتنہ کی سرکوبی اور جہاد کی تیاری کے لئے حضرت کشمیری نے تمام علماء کرام کا اجتماع بلایا اور نہایت دلسوزی کے ساتھ مسئلہ کی نزاکت اور فتنہ قادیانیت کے مضر اثرات اور جموں نے مدعی نبوت کے خلاف خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پیش فرما کر جہاد کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ جو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جہاد کرے گا اسے قیامت کے دن خاتم الانبیاء، افضل الانبیاء آقائے نادر، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو جہاد ختم نبوت کے لئے امیر منتخب کیا اور امیر شریعت کا حضرت کشمیری نے استاذ اور شیخ ہونے کے باوجود خود بھی امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام علماء کرام کو حکم دیا کہ وہ امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ یوں قافلہ امیر شریعت عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی سرکوبی کے لئے رواں دواں ہو گیا۔ بقول تحفہ قادیانیت کے مولف مولانا محمد یوسف لدھیانوی۔

جو فرد بھی قافلہ امیر شریعت میں شامل ہو اس کو نبی آخر الزماں ﷺ سے وہ نسبت حاصل ہو گئی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل تھی۔ بقول قائد اہلسنت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

جو شخص قائد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قافلے میں شامل ہو کر عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرے گا اور قادیانیت کی سرکوبی کے لئے دن رات کوشاں ہو گا اس کو خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی نسبت اور تعلق حاصل ہو گا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت حضرت کشمیری نے کیا نظر تصرف و توجہ فرمائی تھی اور علماء ربانیہ کے بیعت میں کیا خاص تصرف تھا کہ بیعت لیتے ہی آپ کی زندگی بدل گئی۔ اب آپ کا سونا، جاگنا، چننا پھرننا، بولنا اور خاموش رہنا فرض زندگی کا ایک ایک لمحہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید قادیانیت کے لئے وقف ہو گیا، خطابت کی سحر انگیزی تو قدرت کی طرف سے آپ کے لئے عطیہ خاص تھی حضرت کشمیری نے اس کا رخ عقیدہ ختم نبوت کی طرف ایسا پھیرا کہ سیاسی جلسہ ہو یا غیر سیاسی کوئی اجتماع ہو امیر شریعت کی آواز اب عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہو گئی تھی۔ جب آقائے نادر ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے لئے بیان کرتے تو ان میں عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی۔ ہر چیز ساکن محسوس ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا دور واپس آ گیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے حضرت کشمیری اور علماء حق کے بارے میں کہا تھا۔

”صحابہ کرام کے قافلے کا ایک حصہ قافلے سے پھڑ گیا تھا۔ حضرت انور شاہ کشمیری اور علماء حق دیوبند کی شکل میں اس صدی میں نمودار ہو گیا۔“

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کشمیری نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری میں اسی قافلے کے سالار کی جھلک ملاحظہ کر لی تھی اس لئے ان کو امیر شریعت کا خطاب دے کر نسبت صدیقی سے سرفراز فرمایا واقعی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والے قافلے کے ایک فرد کی ہی صفات کے حامل تھے اور امیر شریعت کا خطاب ان کے لئے ہی زیادہ تھا اور انہی پر جتنا تھا۔

حضرت امیر شریعت جب مجلس انور سے اٹھے تو پھر موت ہی نے ان کو سکون پہنچایا، خود فرماتے تھے۔ بخاری تیری نصف زندگی جیل میں اور نصف زندگی ریل میں گذر گئی، برصغیر کا ایک ایک گاؤں آج امیر شریعت کا مہربان منت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آواز آپ نے مسلمانوں کے کانوں تک پہنچائی، ایک ارب ہیں کروڑ مسلمان آج عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امیر شریعت کے احسان مند ہیں۔ قادیان۔ مرکز قادیانیت، فوج کے حفاظتی اقدامات جموں نے نبی کا گڑھ، انگریز حکومت مکمل سرپرست، امیر شریعت اعلان کرتے ہیں جی نبوت کا پیغام مرکز قادیان میں بلند ہو گا ایک ساتھی تیار کیا، دفتر قائم کیا۔ دفتر توڑ پھوڑ دیا آدمی کو وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا گیا۔ امیر شریعت نے فرمایا کوئی فکر کی بات نہیں، جلسہ کا اعلان ہوا کوئی مسلمان نہیں،

جلسہ میں آنے والا کوئی نہیں امیر شریعت نے فرمایا۔ میں خود ہی سامع ہوں اور میں خود ہی مقرر۔ ختم نبوت کی آواز جھوٹے نبی کے پیروکاروں کے کانوں میں ڈالیں گے۔ ہم کو وہ دلوگوں کو حق کی آواز سنائیں گے۔ طائف کی سنت تازہ ہو گئی۔ دشمن مکمل طور پر تیار، انگریز آقا حکومت کی فوج۔ سیاسی گھڑسوار امیر شریعت کو روندنے کے لئے تیار۔ اللہ کا شیر گرجا ہوا قادیان پہنچتا ہے۔ امن و امان کی آڑ میں قادیان میں جلسے کی اجازت نہیں ملی امیر شریعت قادیان کے باہر گاؤں کے مسلمانوں کو آواز دیتے ہیں۔

”اے جانثاران ختم نبوت حضور ﷺ کی ختم نبوت کی آواز سنو۔ خاتم النبیین ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔“

حضرت شاہ صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے گاؤں کا گاؤں امنڈ آیا اور امیر شریعت نے رات بھر خاتم النبیین ﷺ کے مفہوم اور عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے جو دو عرصوں صدی کے مسئلہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کے دخل و فریب سے آگاہ کیا اور ثابت کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا اور کذاب ہے اور اس کے ماننے والے حضور ختم المرتبت ﷺ کے امتی نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انگریزی قانون حرکت میں آتا ہے۔ امیر شریعت کو گرفتار کر لیا۔ مقدمہ چلا۔ امیر شریعت کی طرف سے حق ثابت ہو جانے کے باوجود سزا دی گئی۔ لیکن امیر شریعت اور قائلہ امیر شریعت کو یہ سزائیں اپنے مشن اور جملہ سے کہاں روک سکتی تھیں۔ جہاد جاری رہا۔ امیر شریعت نے عقیدہ ختم نبوت کی آواز ہر اس جگہ پہنچائی جہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کی آواز پہنچانے کی کوشش کی۔ دن بھر سفر اور رات بھر تقریریں۔ مولانا محمد علی جانہ ہری فرماتے ہیں۔ ایک گاؤں کے مسلمان آئے اور کہا کہ ہمارا پورا کاپورا گاؤں قادیانی ہے ہماری ایک مسجد ہے جس کے چاروں طرف قادیانیوں کے گھر ہیں۔ ہم اس مسجد میں عقیدہ ختم نبوت کی بات نہیں کر سکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور اس سلسلہ میں ان لوگوں کو آگاہ کریں۔ حضرت مولانا محمد علی جانہ ہری تشریف لے جاتے ہیں جلسہ کا اعلان ہو جاتا ہے تقریر شروع ہونے لگی تو علاقہ کا ایس ایچ او مولانا کی خدمت میں آتا ہے اور عرض کرتا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف قادیانی جماعت کے مسلح غنڈے مورچہ بند ہو کر بیٹھے ہیں کہ جہاں مولوی تقریر کرے مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کچھ بات کرے گا۔ حملہ کرے گا اس کو وہیں ختم کر دیں گے۔ مولانا محمد علی جانہ ہری نے کہا۔ تم علاقہ میں امن و امان کے ذمہ دار ہو۔ تم مسلمانوں کی حفاظت کرو۔ میں غیر آئینی بات کروں تو اس کا ازالہ کرو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا میرے پاس نفی بہت کم ہے اور پورا گاؤں اور علاقہ قادیانیوں کا ہے۔ میں اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ امیر شریعت کے رفیق خاص نے ایک لمحہ کے لئے اپنے رب سے مشورہ فرمایا اور تھکانے دار سے کہا۔ ٹھیک ہے تم نے اپنا فرض ادا کر دیا میں اپنی ذمہ داری پر تقریر کروں گا۔ اور پھر فرمایا۔ میں یہاں حضور ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں بیان کرنے آیا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ میں ہمیشہ گھر سے وصیت کر کے چلا ہوں۔ میری خوش قسمتی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مسئلہ کے بیان فرماتے ہوئے شہادت عطا فرمائے۔ میں نے مسئلہ بیان کرنا ہے جو چاہے محمد علی کو ختم کر دے۔ موت ہمارا مقصد ہے۔ کئی گھنٹے تقریر فرمائی اللہ تعالیٰ نے قادیانیوں کے دل میں خوف ڈال دیا اور مسلمانوں کو سرخرو کیا، ایک طرف انگریز سرکار قائلہ امیر شریعت کا راست روکے کھڑی تھی دوسری طرف قادیانیت انگریزوں کی سرپرستی میں مصروف عمل۔ لیکن قائلہ امیر شریعت دونوں محاذوں پر قربانیاں دیتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں۔ اگست ۱۹۵۷ء اللہ تعالیٰ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا حافظ الرحمن، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور اکابر دارالعلوم دیوبند کو ایک محاذ پر کامیابی عطا فرمائی اور برصغیر سے انگریزوں کا بوریہ بسترمول ہوا۔ برصغیر کے لوگوں کو انگریز کی سیاسی غلامی سے نجات ملی۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ ماجر کی کا شروع کیا ہوا جہاد کامیابی سے ہمکنار ہوا حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت سید احمد شہید، حضرت اسماعیل شہید کی تحریک آزادی شریار ہوئی۔ ہندوستان غلامی سے آزاد ہوا۔ پاکستان کی شکل میں مسلمانوں کو خطہ عطا ہوا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت ظفر احمد عثمانی، فرزند ان دارالعلوم دیوبند نے جہاد الہی ثابت کر دیا کہ قیام پاکستان کی تحریک کی کامیابی دارالعلوم دیوبند کی مرہون منت ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظ کی ذمہ داری شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا، حضرت مولانا محمد یوسف، حضرت مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور یوں آج مسلمان ہندوستان میں سربلندی اور غیرت کی زندگی گزارتے نظر آتے ہیں۔ انگریز جاتے جاتے اپنی ذریت مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو پاکستان پر مسلط کر گیا اور ظفر اللہ قادیانی کی شکل میں پاکستان کو پسلا۔ وزیر خارجہ ملا اور بڑی بڑی اسماعیلوں پر قادیانیوں کو فائز کر دیا گیا۔ ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان کی وزارت خارجہ کو قادیانی جماعت کا مرکز بنادیا اور ہر قادیانی افسر قادیانیت کا مبلغ بن گیا تمام سفارت خانے اور فوجی چھاؤنیاں قادیانیت کا مرکز بن کر قادیانیت کی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئیں اور مرزا بشیر الدین محمود پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کا خواب دیکھنے لگا۔ ۱۹۵۲ء میں اعلان کیا کہ ۵۲ گزرنے نہ پائے کہ پاکستان قادیانی ریاست بن جائے تاکہ ہمارے جھوٹے نبی کی پیش گوئی پوری ہو اور قادیانیت کو سربلندی اور فتح حاصل

ہو۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے بچے کے ساتھ مل کر جمع کیا اور فرمایا کہ تحریک آزادی میں کامیابی اور انگریزی کی غلامی سے نجات کے بعد اب میرا ایک ہی مشن رہ گیا ہے قادیانیت کی سرکوبی۔ کیونکہ میرے شیخ و مرہی محدث العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری نے میرے ذمہ یہ فریضہ لگایا تھا۔ اب پاکستان میں صرف اس ایک محاذ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا میں کوئی کام کرنے سے معذور ہوں اب پاکستان میں مرزائیوں نے پرزے نکالنا شروع کئے ہیں اور مرزا بشیر الدین نے قادیانی اٹیٹ بنانے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں اور میں میدان عمل میں اس کو ناکام بنانے کے لئے اترتا چاہتا ہوں۔ اب تک مقابلے میں انگریز تھا۔ اب مسلمان ہیں۔ اس لئے طریقہ جہاد تبدیل کرنا ہوگا۔ حضرت مولانا محمد علی چاند ہری "مفتی قاضی احسان احمد شجاع آبادی" حضرت مولانا محمد حیات "مفتی مولانا لعل حسین اختر" مولانا سید محمد یوسف بنوری "مفتی مولانا خیر محمد چاند ہری" حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور قائلہ امیر شریعت کے جانثاروں نے امیر شریعت کے اس فیصلے کو سراہتے ہوئے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور یوں قائلہ امیر شریعت مجلس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے اپنے مشن پر رواں دواں ہو گیا۔ دسمبر ۱۹۵۲ء کی آخری رات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں اعلان کیا۔

مرزا بشیر الدین تیرے جھوٹے باپ کی طرح تیری جھوٹی خواہش - جھوٹا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ پاکستان ختم نبوت کے پروانوں کا ہے اور جانثاران ختم نبوت کا رہے گا۔ اس ملک میں عقیدہ ختم نبوت کا بول بالا ہوگا۔ جھوٹی نبوت کا قبرستان پاکستان بنے گا۔ اور پھر تاریخ نے قربانیوں کی ایک نئی داستان رقم کی۔ عظمت رسول کے شیدائی دیوانہ وار اپنے آقا کی عظمت کے لئے قربان ہوتے رہے۔ لاہور شہر کے مسلمانوں نے نئی تاریخ رقم کی۔ ایک دن میں دس ہزار لوگوں نے خوشی خوشی اپنے آقا کی ناموس کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کر کے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے خوابوں کو پختا چور کر دیا پورے پاکستان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمیت ایک لاکھ سے زائد علماء کرام اور جانثاران ختم نبوت گرفتار کر کے پس دیوار زندان کر دیئے گئے۔ ہزاروں جانثاران ختم نبوت کو سزائیں سنائیں گئیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے ساتھیوں نے جیل میں پکیلیں پھینکیں۔ قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ کراچی سمیت پاکستان کے کسی حصے میں تقریر نہ کر سکے۔ تحریک ختم نبوت ۵۳ء میں اگرچہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا جاسکا لیکن سر ظفر اللہ اور قادیانی گروہ اپنے مکروہ عزائم میں ناکام ہوا۔ پاکستان قادیانی اٹیٹ بننے سے بچ گیا سر ظفر اللہ بوریہ بستر لپیٹ کر عالمی عدالت کی طرف کوچ کر گیا۔ پاکستان کا ایک ایک شہری قادیانیت کے مکروہ عزائم سے آگاہ ہوا تحریک ۵۳ء میں خون شہیدان نے جو شمع قوم کے دلوں میں روشن کی اس کی روشنی آہستہ آہستہ چاروں طرف پھیلنی شروع ہوئی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے فریضہ کی ادائیگی کرتے ہوئے ۱۹۶۱ء میں رب کائنات کے دربار میں سرخرو ہو کر پہنچ گئے تو جانشینی کی سعادت قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے حصے میں آئی قائلہ امیر شریعت تن من کی بازی لگاتے ہوئے قادیانیوں کو جہلمت اسلامیہ سے خارج کرنے کے لئے کوشاں رہا۔ دست قضائے قاضی صاحب کو اس کی مہلت نہیں دی بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے کامیاب و کامران محبوب حقیقی کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب امیر شریعت کے قائلہ ختم نبوت کی ذمہ داری کا عظیم الشان بوجھ مولانا محمد علی چاند ہری کے کاندھوں پر آپڑا جسکی زندگی ہی ختم نبوت کے کام سے متعارف تھی۔ قائلہ ختم نبوت حکومت کی امداد و تعاون کے بغیر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے گلوں گلوں محلے محلے شہر شہر مسلمانان پاکستان کے ایمان کی حفاظت اور قادیانیت کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے چلتا رہا اور قادیانیت کی ارتدادی کوششوں کے سامنے بند باند ہتار ہاندت کی طرف سے ابھی امتحان کا سلسلہ باقی تھا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں پائے تھے کہ مولانا محمد علی چاند ہری بھی اپنے ساتھیوں کے پاس ابدی راحت و سکون کی جگہ پہنچ گئے تو اس ٹکھن کام کی ذمہ داری کے لئے مولانا لال حسین اختر کا نام تجویز ہوا کیونکہ قائلہ نے تو امیر کے ساتھ چلنا ہی ہے لیکن مولانا لال حسین اختر بھی ساتھیوں کی جدائی زیادہ دیر برداشت نہ کر سکے اور کچھ ہی عرصہ میں ساتھیوں سے جا ملے۔ اب عارضی طور پر مولانا محمد حیات نے قائلہ امیر شریعت کو سنبھالا لیکن اس ذمہ داری سے عذرو معذرت کرتے رہے تا آنکہ قدرت کی طرف سے حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور سالاران و جانثاران ختم نبوت کی قربانیوں کے انظار قبولیت کا وقت آیا تو قائلہ امیر شریعت نے تمام جانثاروں کی طرف سے جانشین انور محدث العصر حضرت العلامة سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر سالار قائلہ امیر شریعت بننے کا شدید اصرار ہوا۔ ساتھی اصرار کیوں نہ کرتے ان کی آنکھوں کے سامنے حضرت امیر شریعت کا یہ واقعہ بار بار آجاتا جو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان سے اس انداز میں مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے اور بعض دفعہ وجد میں آجاتے۔ کیونکہ آپ کو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عشق اور حضرت امیر شریعت سے محبت زیادہ تھی۔ فرماتے تھے

ایک مرتبہ میں حضرت امیر شریعت کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ فالج کی وجہ سے معذوری کی حالت میں تھے اور کٹنی بیمار تھے۔ میں نے اطلاع کی حضرت امیر شریعت تشریف لائے۔ میں نے مصافحہ اور معافہ کیا اور کہا یوسف بنوری۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے خیال کیا کہ بیماری کی وجہ

سے پہچان نہیں سکے یا سن نہیں سکے تو دوسری مرتبہ بلند آواز سے کہا۔ اس پر بھی آپ نے جواب میں فرمایا۔ نہیں۔ میں نے تیسری مرتبہ ذرا زور سے کہا تو حضرت امیر شریعت نے میرا چہرہ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ یوسف بنوری نہیں۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ انور شاہ کشمیری۔ گویا حضرت شاہ صاحب نے اپنی وفات سے پہلے ہی شکوئی فرمادی تھی کہ انور شاہ کشمیری کا مشن ان کے جانشین کے دور میں ہی مکمل فتح و کامرانی سے سرفراز ہوگا۔ جانشین حضرت کشمیری مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مزاج اور طریقے کے خلاف جانثاران ختم نبوت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۳ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو عاشق رسول شیخ الحدیث والنفسیر بیکر تواضع جرات رندانہ کے امین مرشد العلماء حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ محدث العصر آیت من آیات اللہ حضرت اقدس سید محمد انور شاہ کشمیری کے مشن کے امین بن کر قافلہ امیر شریعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پانچویں سالار و امیر بننے کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت حضرت اقدس مرشدی مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی زبان مبارک سے بارہا سنی کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جب علماء کرام نے امیر شریعت کے دست مبارک پر بیعت شروع کی تو میں (حضرت بنوری) نے پانچویں نمبر پر امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قدرت نے پہلے سے ہی وقت مقرر کر دیا تھا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سالار قافلہ امیر شریعت کی حیثیت سے بھی پانچویں نمبر پر تھے۔ حضرت اقدس مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قیادت سنبھالتے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو منظم اور تیز کر دیا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کا کام پاکستان سے باہر بھی پھیل گیا۔ ادھر مرزائی بھی زیادہ سرگرم ہو گئے۔ ایک طرف تو ذوالفقار علی بھٹو کی بے دین حکومت کی وجہ سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ دوسری طرف انہوں نے انتخابات میں پی پی پی کی حمایت کی تھی۔ تیسری طرف فضائیہ کا سربراہ اور فوج کے ۱۸ سے زیادہ جرنیل قادیانی تھے ۷۳ء میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ کے موقع پر فضائیہ کے طیاروں نے مرزا ناصر کو سلامی دی۔ گویا اب مقابلہ کانٹے کا ہو گیا تھا۔ دونوں گروہ فیصلہ کن مرحلے کی تیاری میں تھے۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو وہ سانحہ پیش آیا جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جانشین انور شاہ مولانا بنوری قافلہ امیر شریعت کو لے کر میدان عمل میں اتر پڑے۔ نیشنل کالج اسٹوڈنٹس یونین کے صدر رباب عالم کے مطابق ۲۲ مئی ۷۴ء کو کلج کے ایک سو طلباء نے سوات کا تفریحی پروگرام بنایا اور چناب ایکسپریس کے ذریعہ روانہ ہوئے۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر بعض قادیانیوں نے طلباء کو تبلیغ شروع کر دی جس پر طلباء اور قادیانیوں میں تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔ طلباء نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے اور ریل روانہ ہو گئی۔ ان طلباء کی ۲۹ مئی کو چناب ایکسپریس کے ذریعہ واپسی تھی قادیانیوں نے مرزا ناصر کے حکم پر (جیسا کہ اس نے ۲۳ مئی کے خطبہ میں اشارہ کیا تھا) مرزا طاہر نے غنڈہ فورس (الفرقان فورس) کے ایک ہزار سے زائد مسلح افراد کی معیت میں ۲۹ مئی کو ربوہ اسٹیشن پر ان طلباء پر حملہ کر کے ان کو بربریت اور درندگی کا نشانہ بنایا گاڑی آدھا گھنٹہ سے زائد کھڑی رہی۔ جب قادیانی فنڈے 'طلباء کو نعرہ ختم نبوت زندہ باد کے قصور میں ادھ موا کر چکے تو ختم نبوت مردہ باد اور مرزا غلام احمد قادیانی کی "بے" کے نعرے لگاتے خوشیاں مناتے اپنے سربراہ مرزا ناصر کے پاس پہنچ گئے اور جشن منانے لگے۔ ریل فیصل آباد کی طرف روانہ ہوئی تو طلباء زخموں سے چور کرا رہے تھے۔ آگے کی تفصیل مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"میں گھر میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک شخص ہانپتا کانپتا میرے گھر کے دروازے پر آیا اور آواز دی۔ میں بنیان میں ہی دروازے پر آیا تو مجھے دیکھتے ہی وہ بے اختیار رونے لگا اور روتے روتے ربوہ اسٹیشن کا واقعہ سنایا۔ واقعہ سننے ہی میں ساکت ہو گیا اسٹیشن سے معلوم کیا کہ ٹرین کب پہنچ رہی ہے تو پتہ چلا کہ کچھ دیر میں پہنچنے والی ہے۔ میں نے تبلیغی جماعت کے امیر مفتی زین العابدین۔ حکیم عبدالرحیم اشرف اور دیگر علماء کرام اور سرکاری حکام کو اطلاع دی اور فوراً اسٹیشن کی طرف دوڑ پڑا۔ جیسے ہی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو ایک کھرا مچ گیا۔ پوری ریل والے سراپا احتجاج بنے ہوتے تھے۔ فیصل آباد کے لوگ بھی پہنچ گئے۔ ہزاروں افراد اشتعال کی وجہ سے توڑ پھوڑ پر آمادہ تھے۔ بڑی مشکل سے ان کو صبر کی تلقین کی اور زخمی طلباء کی ابتدا کی مرہم پٹی کی۔ ان کو ایئر کنڈیشن بوگیوں میں منتقل کر کے ملتان کی طرف روانہ کیا اور ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ اس واقعہ پر احتجاج کرتے ہوئے مجرمین کو عبرتناک سزا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا دوسری طرف امیر مکنیہ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بیماری کی وجہ سے سوات میں ڈاکٹروں کے مشورے سے مقیم تھے۔ اطلاع ملتے ہی اپنی بیماری بھول گئے اور راولپنڈی فوری طور پر پہنچ گئے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا غلام اللہ خان، قاری سعید الرحمن وغیرہ جمع ہوئے اور واقعہ پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ تحریک ختم نبوت کا آغاز کر دیا جائے۔ اور اس سلسلے میں تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی جائے۔ اور اس سلسلے میں تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی جائے۔ چنانچہ مشورے سے تمام جماعتوں پر

مشتمل مجلس عمل تحفظ قائم کی گئی اور حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر اور محمود احمد رضوی کو جنرل سیکریٹری بنایا گیا۔ ۲۹ مئی سے تحریک کا آغاز ہوا۔ ہر مرحلے پر حکومت نے تحریک کو سختی سے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جانثاران ختم نبوت نے ہی حوصلے سے آگے بڑھتے گئے آخر کار ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کا درجہ دیکر اس مسئلہ پر بحث کرنے کا فیصلہ کیا۔ کمیٹی نے تقریباً ایک ماہ تک مسلسل کارروائی کی جس میں مرزا ناصر پر گیارہ دن اور لاہوری گروپ پر دو روز جرح کی گئی۔ جناب بیگم بختیار نے دو دن بحث کو سمینا اور آخر کار ۷ ستمبر کو متفقہ طور پر وہ تاریخی فیصلہ کیا گیا جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ پوری قوم نے اطمینان کا سانس لیا جاں نثاران ختم نبوت اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو سرخروئی حاصل ہوئی۔ بقول مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی کا سہرا جانثاران ختم نبوت کے سر پر سجے گا کیونکہ ان کی قربانیوں نے یہ مسئلہ حل کیا۔ جانشین کشمیری عاشق رسول حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر ان دنوں عجیب کیفیت طاری تھی۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹوکنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اسلام آباد کے سفر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو مجھے خلوت میں لے جا کر فرمایا

مفتی صاحب دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ مسئلہ میں سرخروئی فرمائے پوری قوم کی ذمہ داری کندھوں پر ہے ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی مظلوم نہ مر جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مظلوم رہیں کیونکہ مظلوم کے ساتھ اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ میں رات کو اٹھ اٹھ کر رب سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ خصوصی مدد فرمائیں۔

قائد اہلسنت مفتی احمد الرحمان صاحب نے بتایا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بار بار فرماتے بڑی سخت آزمائش میں ہیں کہیں ریا کاری اور دکھاوے کی نیت نہ ہو جائے۔ نفس کی آمیزش شامل نہ ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا کام ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک کے دوران وزیر اعظم سے ملاقات میں واضح فرمایا۔

اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ کریں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا ہلکا نہیں کر سکتی اور اس راستہ میں موت سعادت ہے۔

(شخصیات و تاثرات تحریک ختم نبوت کے قافلہ کے سالار ص ۸۵)

بہر حال حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص اور رب کائنات سے خصوصی تعلق اور جانثاران ختم نبوت کی قربانیوں کا ثمرہ ذوالفقار علی بھٹو جیسے شخص کے دور حکومت میں جس کو پاکستان کی تاریخ میں دینی حوالے سے بدترین دور کہا جاتا ہے عطا فرمایا اور بقول ذوالفقار علی بھٹو میں نے ۹۰ سالہ پرانا مسئلہ حل کیا۔

ستمبر کو آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانی غیر مسلم اقلیت تو قرار دے دیے گئے مگر اس پر قانون سازی نہ ہو سکی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس سلسلے میں کام کو منظم کرنا شروع کیا اس دوران حضرت اقدس مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے کامیاب و کامران ہو کر تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد قافلہ امیر شریعت کی سربراہی آپ کے نائب اور شاگرد خاص شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب زید محمد عالیہ کے حصے میں آئی آپ نے اپنے جانشین کے طور پر جانشین مولانا بنوری حضرت مفتی احمد الرحمان رحمۃ اللہ علیہ خلف ارشد حضرت مولانا عبد الرحمان کا ملپوری نور اللہ مرقدہ کو مقرر کیا کیونکہ حضرت نے وفات سے بہت عرصہ قبل ہی وصیت فرمادی تھی۔

مفتی احمد الرحمان حیا "و جیتا" میرے نائب اور جانشین ہیں

مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے ساتھ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان حضرت مولانا شریف جالندھری حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی حضرت مولانا عزیز الرحمان جیسے مخلص اکابر شریک سفر تھے تو جانثاران ختم نبوت کے رضا کار جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں کی شکل میں لاکھوں کی تعداد میں موجود تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اپنے اکابر کے طرز پر اخلاص و لئیت کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھایا اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کی فوجی حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے متعلق غیر مسلم اقلیت ہونے والی ترمیم کے مطابق قانون سازی کرے کیونکہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں جیسی عبادت گاہیں قائم کر رہے ہیں کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات استعمال کر رہے ہیں اپنے جھوٹے

نبی کے لئے پیغمبر رسول کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جھوٹے نبی کے جھوٹے جانشینوں کے لئے غیبتہ المسلمین اور عورتوں کے لئے امہات المؤمنین وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب ضیاء الحق حکومت نے پس و پیش کی حد کر دی تو قافلہ امیر شریعت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے جانثاران ختم نبوت کو اسلام آباد کی جامع مسجد میں طلب کر لیا اور اعلان کیا کہ جانثاران ختم نبوت کا جلوس مجلس شوریٰ کا گھیراؤ کرے گا اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب زید مجدہم اور آپ کے رفقا کو کامیابی عطا فرمائی اور ۸۳ء میں ضیاء الحق حکومت نے اس وقت کے وزیر اطلاعات وکیل ختم نبوت راجہ ظفر الحق کا تیار کردہ "اتحاد قادیانیت آرڈیننس" جاری کیا جس کی رو سے قادیانیوں کا خود کو مسلمان کہنا، مسلمان کہلوانا، شعائر اسلام استعمال کرنا اور مسلمانوں کے جذبات کو برا لگینے کرنا جرم قرار پایا۔ اس طرح ۷ ستمبر کی آئینی ترمیم کی ایک حد تک تکمیل ہوئی۔ اور عاشق رسول استاد محترم مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کامیاب مشن کو ان کے دو شاگردوں مولانا خواجہ خان محمد اور مفتی احمد الرحمن نے پایہ تکمیل تک پہنچایا اس طرح قانونی دائرے میں قادیانی گروہ اپنے انجام کو پہنچ گیا اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کو امت مسلمہ نے اچھے انداز میں زندہ کیا۔

اتحاد قادیانیت آرڈیننس کے اجرا کے بعد مرزا طاہر نے ربوہ سے فرار ہو کر انگلینڈ کے شہر لندن کے نواح میں پناہ لی اور پاکستان اس کی نخواست سے پاک ہوا لیکن اب مسلمانان یورپ کے لیے خطرہ تھا اس لئے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب زید مجدہم نے امام اہلسنت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ طریقت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو حکم دیا کہ وہ یورپ جا کر اس کا تعاقب کریں اور اس کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اقدامات کریں۔ ان حضرات نے جمعیت علماء برطانیہ دارالعلوم بری اور دیگر علماء کے تعاون سے لندن میں ختم نبوت سنٹر قائم کیا اور الحمد للہ یورپ میں قادیانیوں کا تعاقب شروع ہوا۔ تاشقند سمرقند اور وسطی ایشیاء کی ریاستوں میں بھی قادیانیت کا راستہ روکا گیا اور اب جرمنی، بلجیم اور امریکی ریاستوں میں ان کا تعاقب جاری ہے۔ اس طرح قافلہ امیر شریعت، حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق جھوٹے مدعیان ختم نبوت کی سرکوبی تک کام جاری رکھے گا تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قادیانی متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پانے لگے ہیں اور اتحاد قادیانیت آرڈیننس کے تحت ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو روکا جاسکتا ہے تو اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا کیا کام ہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلمانوں سے اور حکومت سے کیا چاہتی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ابتدا سے ایک ہی کام ہے کہ امت مسلمہ کو جھوٹے نبی کے جل میں پھنسنے سے بچایا جائے تاکہ نبی اکرم ﷺ کے غلام آپ ﷺ کی غلامی سے نکل کر کسی گمراہ کے ہتھے نہ چڑھ جائیں اس لئے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوت دی گئی کہ وہ غلط

عقائد سے توبہ کر کے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی غلامی سے وابستہ کر لے اور جب وہ باز نہ آیا تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ جاری کیا چنانچہ اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا سب سے پہلا کام قادیانی ذریت کو دعوت اسلام دینا ہے تحریروں، مباحثوں اور مناظروں کا مقصد شخصیات چکانا نہیں اور نہ ہی اپنے کام کی بلندی کا اظہار ہے بلکہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کا اظہار اور امت مسلمہ کو اس عقیدہ پر قائم رکھنا ہے اس لئے وہ ہر کانفرنس میں قادیانیوں اور اس کے سربراہ مرزا طاہر کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ لے کر جہنم سے بچ جائے۔ اور اگر ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے جو عذاب میلہ کذاب کے لئے مقرر کیا تھا اس کو بھگتنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اور اگر وہ دعوت اسلام قبول نہیں کرتے تو اندرون و بیرون پاکستان غیر مسلم اقلیت کی طرح رہیں اور اپنے آپ کو عیسائی، یہودی، سکھ، پارسی، ہندو اور بدھ مت والوں کی طرح الگ مذہب والا سمجھیں اقلیت کی حیثیت سے ہر مسلمان ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہو گا لیکن قادیانیوں کا طرز عمل ملاحظہ کر لیں کہ وہ آئین پاکستان کے مطابق ہے یا نہیں۔

۱۔ قادیانی اپنے آپ کو جھوٹے نبی پر ایمان لانے کے باوجود مسلمان سمجھتے ہیں۔ مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ جبکہ دنیا کے ایک ارب بیس کروڑ مسلمان، جو نبی آخر الزمان ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی کہتے ہیں وہ قادیانیوں کے نزدیک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اور کجبروں کی اولاد ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں قومی اسمبلی میں مرزا ناصر کا بیان۔ تاریخی دستاویز قومی اسمبلی ۷۳ء میں کارروائی مولانا اللہ دسایا)

۲۔ قادیانی اپنی عبادت گاہیں مسلمانوں کی مسجد کی طرح بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کالج سینے اور عمارتوں پر لگاتے ہیں اور اس کلمہ سے مراد نعوذ باللہ اپنے جھوٹے نبی کو لیتے ہیں۔ جو آئین پاکستان اور قرآنی احکام کی سراسر خلاف ورزی ہے۔



۳۔ قادیانی اپنے لئے اسلامی شعائر استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی طرح اذان دیتے ہیں۔ قرآنی آیات معنوی تحریف کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جبکہ آئین پاکستان اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کے مطابق یہ سراسر غیر قانونی عمل ہے۔

۴۔ قادیانی گروہ و دشمنیت اور دیگر ذرائع سے قادیانیت کی تبلیغ کرتا ہے۔ جبکہ کھلم کھلا تبلیغ آئین کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

۵۔ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے طرح طرح کے چمکنڈے اختیار کرتی ہے اور ان علاقوں میں جہاں مسلمان کم تعداد میں ہیں ان پر مظالم ڈھاتے جاتے ہیں۔

۶۔ قادیانی مغربی ممالک میں اسلام، پاکستان اور علماء کرام کے خلاف جھوٹا پروپاگنڈہ کر کے سیاسی پتلہ حاصل کرتے ہیں اس طرح وہ پاکستان کو بدنام کر کے نڈاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ حکومت پاکستان سے صرف اتنا ہے کہ قادیانیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ غیر مسلم اقلیت کی طرح رہیں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہیں اور نہ کہلوائیں۔ شعائر اسلام کا استعمال ترک کریں۔ کھلم کھلا قادیانیت کی تبلیغ نہ کریں۔ مسابہ کی طرح عبارت گاہیں قائم نہ کریں اور اگر ایسا ہو تو آئین پاکستان کے تحت ان کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ مسلمانوں میں اشتعال پیدا نہ ہو۔

مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ سادہ لوحی میں قادیانیوں کے جہل میں نہ پھنسیں۔ نوکریوں کے لالچ۔ دیروں کی تڑپ۔ کپیوٹر سینٹر۔ کوچنگ سنٹر کھلیوں کے کلب اور دشمنیت کے ذریعے جو قادیانیت کی تبلیغ کی جارہی ہے اس پر نگاہ رکھیں اور ان جہانوں میں آکر اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔ قادیانیت کی تبلیغی سرگرمیوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو مطلع کریں تاکہ آئینی طریقے سے اس کا سدباب کیا جائے مغربی ممالک، انگلینڈ اور امریکی حکومت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ ہے کہ جیسے عالم اسلام نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیا ہے تو مغرب اور امریکہ اور دیگر غیر مسلم اقوام قادیانیوں کے ساتھ غیر مسلم اور الگ مذہب والا معاملہ کریں۔ مسلمانوں کی صف میں ان کو شامل کر کے مسلمانوں کے حقوق ان کو نہ دیں اور ان کے جھوٹے پروپاگنڈے سے متاثر نہ ہوں بلکہ حقائق کی تحقیق کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو ہر غیر مسلم اقلیت سے زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا حفاظت عقیدہ ختم نبوت کے لئے پراسن مشن انشاء اللہ جاری رکھے گا۔

مرزا طاہر کی مسابہ میں ناکامی

مولانا منظور احمد الحسینی (لندن)

- مرزا طاہر کی طرف سے مسابہ ایک سیاسی چال تھی جس میں وہ بری طرح سے ناکام ہوا۔
- راہولی پاکستان کے شیخ انکار علی (خاتہ مجسٹریٹ) نے نمازہ مسجد شاہ جمال مسلمانوں کے حوالہ کر دی۔ (جنگ لندن ۱۳ دسمبر ۱۹۸۸ء)
- ایس ڈی ایم اورنگی ٹاؤن، محمد احسان، نے جہ کہ اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۶ ایف میں واقع قادیانیوں کے مرکز کو سربراہ کر دیا۔ (جنگ لندن ۲۶ اگست)
- مسابہ کا مذہب قادیانیوں پر اس طرز ازل ہوا کہ:
- قادیانیوں کے سالانہ جلسہ پر پابندی لگادی گئی جو ۲۶ مارچ ۲۸ اپریل کو روہ میں ہو گیا۔ (جنگ لندن ۲۰ دسمبر ۱۹۸۸ء)
- صد سالہ جشن پر پابندی لگادی گئی۔ (جنگ اورنگی ٹاؤن ۱۲ مارچ ۱۹۸۹ء)
- متحدہ قادیانی جماعتی ہونے پر روہ پر بمبئیوں کی پٹنار۔ (روزنامہ مساوات ۱۸ مارچ ۱۹۸۹ء)
- قادیانی نوجوانوں نے اپنی قادیانی جماعت کے خلاف بغاوت کر دی۔ قادیانیوں نے یہ کہہ رہے ہیں کہ قادیانی خلافت صرف وکنداری ہے۔
- منڈی بساوالدین ضلع گجرات اور دوسری جگہوں میں ۱۰۰ کے قریب قادیانی مسلمان ہو گئے۔
- مسلمانوں میں قادیانیوں کے بارے میں بیداری بڑھی۔
- مرزا طاہر کے پاکستان کے ترحیم محمد شفیع اشرف مسابہ میں جھوٹا ہونے کی وجہ سے مر گیا۔
- مسابہ والے سال میں روس سے زائد موصی قادیانی ہلاک ہوئے نام نہاد جماعتی عقیدہ کے ریکارڈ سے اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

امیر مرکزیہ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدد مہم

پیغام

نائب امیر مرکزیہ شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدد مہم کا

۷ ستمبر ۱۹۷۳ء پاکستان کی تاریخ کا وہ عظیم اور تاریخی دن ہے جب اللہ رب العزت نے جانثاران ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعت کی خدمات اور بے شمار قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور عقیدہ ختم نبوت کی عظمت کو بحال اور نبی آخر الزمان ﷺ کی امت کو سرخو فرما کر۔ منکرین ختم نبوت اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی روحانی اولاد قادیانیوں کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈالا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے تاریخ ساز فیصلہ صادر کر کے تاریخ میں اہم مقام پایا۔ امریکہ، مغربی دنیا کی تمام ترکوشوں اور قادیانیوں کے شدید دباؤ اور اثر رسوخ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سنت صدیقی کو زندہ کر کے اعلان کیا کہ:

قادیانی چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اور عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کا شمار پاکستان کی غیر مسلم اقلیتوں میں کیا جائے گا۔

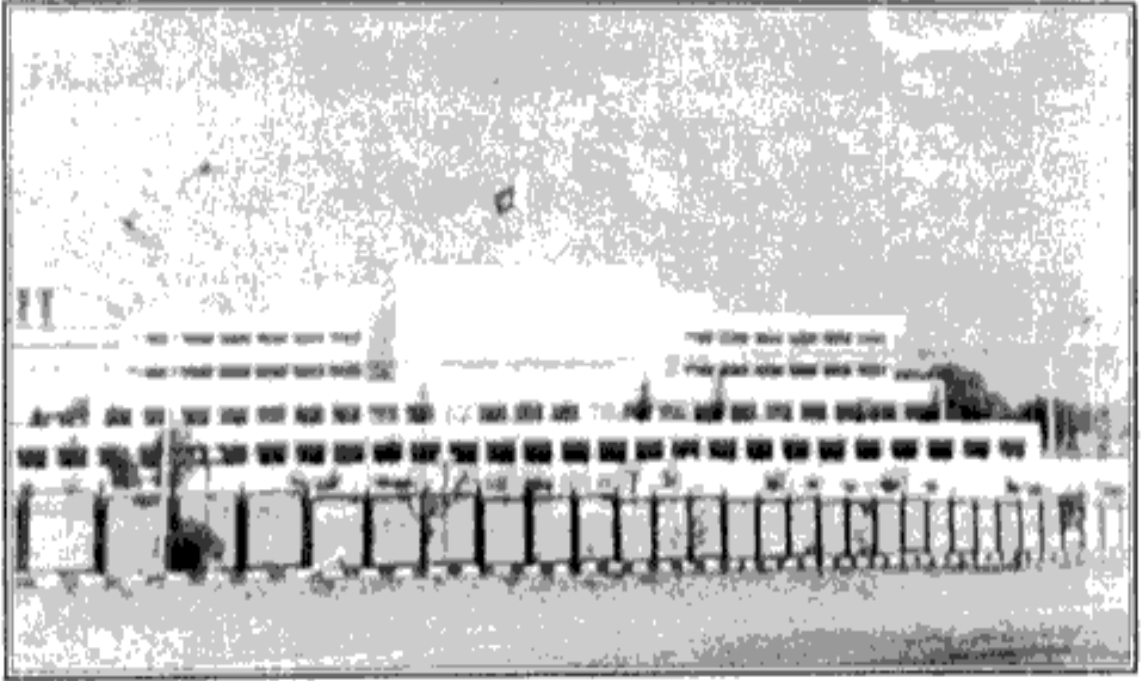
اس تاریخ ساز فیصلہ تک پہنچنے کے لئے جو قربانیاں دیں گئیں اس کی ۹۰ سالہ پوری تاریخ ہے مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ۱۸۸۳ء میں اس وقت شروع ہوا جب انگریزوں نے جدوجہد آزادی کو کچلنے کے لئے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی ضرورت محسوس کی اس لئے ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے جھوٹا دعویٰ نبوت کرایا گیا۔ علماء حق نے فوری طور پر خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی سنت اور امت کے پہلے اجملع کے مطابق جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ کی حدیث مبارکہ کا مفہوم۔

اگر میرے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے تو اس کو مسترد کرو کیونکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

علماء اور مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسترد کر دیا لیکن انگریزوں کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کی تبلیغ شروع کی تو محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی مستقبل میں شراکتگیزی اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے جدوجہد شروع کرنے کا اعلان فرمایا اور امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کے لئے امیر مقرر فرما کر خود بھی بیعت فرمائی اور تمام علماء کرام کو حکم دیا کہ وہ بھی امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ امیر شریعت کی قیادت میں جانثاران ختم نبوت نے قربانی کی وہ مثال پیش کی جس کی نظیریں تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ملتی ہیں۔ تقریر۔ تحریر۔ مناظروں۔ مباحثوں غرض حق و صداقت کی سربلندی کا جو راستہ اختیار کیا جاسکتا تھا قافلہ امیر شریعت نے اختیار کیا۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچانے کے لئے امیر شریعت نے جہاد کا اعلان کیا تو پورا پاکستان میدان عمل میں اتر گیا اور جب ۱۹۷۳ء میں جانشین علامہ انور شاہ کشمیری حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آواز دی تو پاکستان کے تمام مسلمان اپنی جان و مال کی قربانی کا عزم لے کر میدان عمل میں اترے اور آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور یوں ۹۰ سالہ جدوجہد کے بعد جانثاران ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعت کے حصے میں کامیابی و کامرانی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ اور پوری دنیا میں قادیانیت کا پردہ چاک ہوا۔ آج دنیا بھر کے مسلمان قادیانیوں کو اپنے آپ سے الگ سمجھتے ہیں۔ آج ستمبر کی تاریخ ہمیں اپنے اکابر محدث العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ مجاہد ملت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ مجاہد اسلام مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول فاتح قادیانیت محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ۔ پیکر عجز و انکسار مولانا شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت مولانا مفتی احمد الرحمان رحمۃ اللہ علیہ اور لاکھوں جانثاران ختم نبوت کی قربانیوں کی یاد دلا دے ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس بات کا عزم کریں کہ ہم بھی اپنے ان اکابر علماء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قافلہ امیر شریعت میں شامل رہیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی لئے ہمہ وقت قربانی دیں گے اور دنیا بھر میں قادیانیت کی طرف سے جو مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کے سدباب کے لئے کوشش کریں گے۔ اس مبارک کام کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ شامل ہوں اور آخرت میں نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حق دار بن جائیں۔

مرزانی (لاہوری و قادیانی گروپ) غیر مسلم اقلیت

قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ



جائے گی یعنی (۳) جو شخص حضرت ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

ہر گاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج افراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہذا پذیریدہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

..... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کلمائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲..... آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قومیں اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی

حزب اختلاف کے قرارداد

- ۱۱- جناب محمود اعظم فاروقی
- ۱۲- مولانا صدر الشہید
- ۱۳- مولانا نعت اللہ
- ۱۴- جناب عمرو خان
- ۱۵- سردار مولانا بخش سومرو
- ۱۶- جناب غلام فاروق
- ۱۷- سردار شوکت حیات خان
- ۱۸- حاجی علی احمد تالپور
- ۱۹- جناب راؤ خورشید علی خان
- ۲۰- جناب رئیس عطا محمد خان مری
- بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کئے
- ۲۱- نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی
- ۲۲- جناب غلام حسین خان دھاندلا
- ۲۳- جناب کرم بخش اعوان
- ۲۴- صاحبزادہ محمد نذیر سلطان
- ۲۵- مرزا غلام حیدر بھروانہ
- ۲۶- میاں محمد ابراہیم برق
- ۲۷- صاحبزادہ صفی اللہ
- ۲۸- صاحبزادہ نعت اللہ خان شنواری
- ۲۹- ملک جمالیگر خان
- ۳۰- جناب عبدالسبحان خان
- ۳۱- جناب اکبر خان مہمند
- ۳۲- میجر جنرل جمال دار
- ۳۳- حاجی صالح محمد
- ۳۴- جناب عبدالملک خان
- ۳۵- خواجہ جمال محمد کوریجہ

المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالم السلاوی کے زیر انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام مسوں سے ۱۳۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفد نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت، اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے، جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے، تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

محررین قرارداد

- ۱- مولانا مفتی محمود
- ۲- مولانا عبدالستفانی الازہری
- ۳- مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
- ۴- پروفیسر غفور احمد
- ۵- مولانا سید محمد علی رضوی
- ۶- مولانا عبدالرحمن (اکبر، خٹک)
- ۷- چودھری منظور الہی
- ۸- سردار شیرباز خان مزاری
- ۹- مولانا محمد ظفر احمد انصاری
- ۱۰- جناب عبدالحمید جتوئی

۳۰ جون ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن (حزب اختلاف) نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جو قرارداد پیش کی تھی، اس کا متن درج ذیل ہے:

جناب اسپیکر،
قومی اسمبلی پاکستان
محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں!

ہر گاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہر گاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جناد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھی۔

نیز ہر گاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور ۲۱، کا اس مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہر گاہ کہ پوری امت مسلمہ اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہر گاہ ان کے پیروکار، چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمانوں کے ساتھ مکمل مل کر اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندر دہا، اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم کانفرنس میں، جو کہ

ہو لیا ہے۔

لہذا اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے:

حصہ اول

ابتداءً

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱۔۔۔ یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و فزیر) آرڈیننس ۱۹۸۳ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۱۔۔۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور

فیصلوں پر غالب ہوگا

اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیرات پاکستان

(ایکٹ نمبر ۳۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی

ترمیم

۳۔ ایکٹ نمبر ۳۵ بابت ۱۸۶۰ء میں

نئی دفعات

۲۹۸۔ ب اور ۲۹۸۔ ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۳۵ بابت ۱۸۶۰ء

میں باب ۱۵ میں) دفعہ ۲۹۸ الف کے بعد حسب ذیل

نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی

امتناع قادیانیت

آرڈیننس

اخبار، کتاب اور ویڈیو دستاویز کو جو کہ مغزیرا پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی کو ضبط کر سکتی ہے۔

۱۔ آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ

پبلیکیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۳ میں بھی

ترمیم کردی گئی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں

کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کر دے

جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی

خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپا

ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کر دے جو

متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس

کتاب یا اخبار پر قبضہ کر لے جس کی چھاپائی یا اشاعت

پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ ہو گیا ہے۔ آرڈیننس

کامتن مندرجہ ذیل ہے۔

آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۳ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو

علاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون

میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ

لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام

سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی

جائے۔

اور چونکہ صدر کو الطمینان ہے کہ ایسے حالات

موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی کرنا ضروری

صدر مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اور قانون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس بنا کر قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر) ۱۹۸۳ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ بی کا اضافہ کیا گیا

ہے جس کی رو سے قادیانی، لاہوری گروپ کے کسی

بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل

کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو

”امیر المؤمنین“ یا ”صحابہ“ یا اس کی بیوی کو ”ام

المؤمنین“ یا اس کے خاندان کے افراد کو ”اہل بیت“

کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عہدت گلہ کو ”سجدہ“

کے ”تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری

گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا

ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عہدت کے لئے جمع

کرنے یا بلانے کے لئے اس طرح کی لٹران کے یا اس

طرح کی لٹران دے جس طرح کے مسلمان دیتے

ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸۔ سی کا تعزیرات پاکستان میں

اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے متذکرہ گروپوں

میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر

اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو

اسلام کے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں

کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی

انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے اس

سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی

دفعہ ۹۹۔ اے میں بھی ترمیم کردی ہے جس کی رو

۲۹۸- ب، بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے

مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا
ناجائز استعمال

۱۔۔۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرنی نقوش کے ذریعے۔

الف === حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین خلیفہ المؤمنین خلیفہ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب === حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المؤمنین کے طور پر منسوب

کرے یا مخاطب کرے۔

ج === حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔ یا

د === اپنی عبارت مجھ کو "سجہ" کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پاکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

۲۔۔۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو

احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرنی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بنانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین

سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸- ج، قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشریح کرے

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو باواسطہ یا بلاواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کے اسلام کو طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا

تحریری یا مرنی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ

یا تشریح کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

جسٹا کارپس

زینت کارپٹ • مون لائٹ • پاک پنجاب کارپٹ
لیونائٹڈ کارپٹ • وینس کارپٹ • اولمپیا کارپٹ



PH: 6646888 - 6647655

مساجد کیلئے خاص رعایت
FAX: 092-21-521503

سم۔ این آر ایونیسو نزد جڑی پورٹ آفس بلاک سہی
برکات حیدری نارتحھ ناظم آباد

قائد قرآن و احکام نبوت

عبد الرحمان میانوی، مولانا تاج محمود لاکھ پوری (فیصل آبادی) مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبد الرحیم اشعر، مولانا غلام محمد بھاول پوری وغیرہ شریک ہوئے۔ غور و فکر کے بعد ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کے نام سے ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی یہ تھا مجلس ختم نبوت کی تاسیس کا مختصر تعارف اور پس منظر حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو اس قافلہ کا پہلا امیر و قائد منتخب کیا گیا۔ ہر ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا وصال ہوا اور جماعت کو طغولیت کے عالم میں یتیم کر گئے۔ شاہ جی کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی (الہ آبادی ۹ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء) امیر دوم، حضرت مولانا محمد علی جالندھری (الہ آبادی ۲۳ صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء) امیر سوم اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر (الہ آبادی ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء) امیر چہارم منتخب ہوئے۔ مولانا لال حسین اختر کے بعد فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات مدظلہ العالی کو نئے انتخاب تک مسند امارت عارضی طور پر تفویض ہوئی خیال تھا کہ آئندہ جماعت کی زمام قیادت مستقل طور پر انہیں کے سپرد کر دی جائے۔ مگر اپنے ضعف و عوارض کی بنا پر انہوں نے اس گرانہاری سے معذرت کا اظہار فرمایا اور جماعت خلا میں گھومتے گئی۔ یہ ایک ایسا بحرآن تھا کہ جس سے اس عظیم الشان پیش قدمی رک جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا لیکن حق تعالیٰ شانہ کا وعدہ حفاظت دین و پاکیزگی ایک لطیفہ نبی کی شکل میں رونما ہوا اور وہ اس

بھی اس کی جرات کرے گا اسے ”شریعت“ اور ”بانی“ کہہ کر آسانی سے تختہ دار پر لٹکوا دیا جائے گا۔ یا کم از کم پس دیوار زنداں بھجوا دیا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ حفاظت دین اور ”تحفظ ختم نبوت“ کا کام انسان نہیں کرتے خدا خود کرتا اور جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے ارادے کو نہ حکومتیں روک سکتی ہیں نہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بدل سکتی ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قادیانیوں کے عزائم سے بے خبر نہیں تھے مگر حالات

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

کا حیزو تند دھارا ان کے خلاف بہ رہا تھا۔ تاہم وہ شدید ترین ناموافق حالت میں بھی قادیانیت سے منہنے کا فیصلہ کر چکے تھے گویا:

موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟

چنانچہ جدید حالات میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لیے امیر شریعت نے ملکی سیاسیات سے دست کش ہونے کا اعلان کر دیا اور آئندہ کالائٹ عمل مرتب کرنے کے لیے مٹان کی ایک چھوٹی سی مسجد ”مسجد سراہاں“ میں ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ (مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء) کو اپنے مخلص رفقاء کی ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی، جس میں حضرت امیر شریعت کے علاوہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد شریف بھاول پوری، مولانا شیخ احمد (پورے والا) مولانا محمد عبداللہ راپھوری، مولانا

متحدہ ہندوستان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مجلس احرار اسلام کے سرفروشوں نے اپنی شعلہ بار خطابت کے ذریعہ انگریز کی سانس پر دانستہ قادیانی نبوت کے خرمن امن کو پھونک ڈالا تھا۔ تاہم ۱۹۳۷ء میں انگریزی اقتدار رخت سرفراہ کر رخصت ہوا۔ برصغیر کی تقسیم ہوئی اور پاکستان منصفہ وجود پر جلوہ گر ہوا، اس تقسیم کے نتیجے میں قادیانی نبوت کا منبع خشک ہو کر رہ گیا اور قادیان کی منوس لبتی نہ صرف خود دارا لکھنؤ ہندوستان کے حصہ میں آئی بلکہ اپنے ساتھ مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے صوبے کو بھی لے ڈوبی۔

مرزا محمود قادیانی اپنے ”مکتبہ المصیح“ ارض حرم اور ”مسجد اقصی“ سے برقعہ پہن کر فرار ہوا اور سید حالہ اور آکر دم لیا، پاکستان میں دجل و تلیس کا نیا دارا لکھنؤ ”ربوہ“ کے نام سے آباد کیا۔ قبر فروشی کی آبدانی استیم کے لیے ”ہشٹی مقبرہ“ کا یہاں ڈھونگ رچایا اور قادیانی خلافت کے شہوار کی ترکازیاں دکھانے اور پورے ملک کو مرتد بنانے کے اعلان کرنے لگا۔

قادیانیوں کو غلط فہمی تھی کہ چونکہ پاکستان کے ارباب اقتدار پر ان کا تسلط ہے فوج میں ان کا گہرا اثر و رسوخ ہے، ملک کے کلیدی مناصب پر ان کا قبضہ ہے، پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی ہے، اس لیے پاکستان میں مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ رائج کرنے میں انہیں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ان کی امید افزائی کا ایک خاص پہلو یہ بھی تھا کہ ”احرار اسلام“ کا قافلہ تقسیم ملک کی بدولت لٹ چکا تھا۔ ان کے پاس تنظیم اور تنظیمی وسائل کا نقد ان تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ”احرار اسلام“ ناخدا یا ان پاکستان کے دربار میں معتب تھے۔ قادیانیوں کو یہ غرہ تھا کہ اب حرم نبوت کی پاسبانی اور قادیان کی جعلی قبائے نبوت کے نیچے اوجھڑنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوگی، جو شخص

رکنیت قبول فرمائی۔ رجب الثانی ۱۳۸۷ھ سے مجلس شوری کے اجلاس میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور مجلس کی کوئی کارروائی حضرت کی قیادت و ارشاد کے بغیر نہیں ہوتی تھی۔ بظاہر حضرت جہاندہری مجلس کے امیر خود تھے مگر اس کی حقیقی قیادت اس وقت بھی حضرت بنوری قدس سرہ کے ہاتھ میں تھی۔

حضرت بنوری قدس سرہ کا دور المارت اگرچہ بہت ہی مختصر رہا اور اس میں بھی حضرت اپنے پیشاں مسائل اور ضعف و پیرانہ سالی کی بناء پر جماعت کے امور پر خاطر خواہ توجہ نہیں فرما سکتے تھے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی پر خلوص قیادت کی برکت سے جماعت کے کام کو شری سے شریا تک پہنچایا اور "بنوری دور میں" جماعت نے وہ خدمات انجام دیں جن کی اس سے پہلے صرف تمنا کی جا سکتی تھی۔ ان کا بہت ہی مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

تاریخ ساز فیصلہ

آپ کو جماعت کی زمام قیادت سنبھالے ابھی دو مہینے نہیں گذرے تھے کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۳ء کو ربو اشیش کا شہرہ آفاق سانحہ رونما ہوا۔ حضرت ان دنوں سوات کے دور دراز علاقے میں سفر پر تھے۔ وہیں آپ کو اس واقعہ کی کسی نے اطلاع دی۔ خبر سن کر چند لمحے توقف کے بعد فرمایا:

۔ "عدو شرے برا انگیزد خیر ماور آں باشد"

آپ سوات سے بھولت واپس ہوئے اور تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے لئے حضرت نے ایک طرف بارگاہ خداوندی میں تضرع اور اہمیل کا سلسلہ تیز کر دیا۔ اور دوسری طرف امت مسلمہ کو متحد کرنے اور قوم کے منتشر کلموں کو جمع کرنے کے لئے رات دن ایک کر دیا۔ ۲۹ مئی سے ۷ ستمبر تک کے سو دن برصغیر کی مذہبی تاریخ میں ۳۰ سال کے برابر ہیں ان ۳۰ دنوں کی مفصل تاریخ ایک مستقل تالیف کا موضوع ہے۔ خریدیں حضرت اقدس کی ذات سے

کرائی۔ اس میں حضرت سید بنوری بھی شریک تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے شیخ انور اور ان کے "امیر شریعت" کی جماعت بے کسی و بے بسی کے جنگل میں بھٹک رہی ہے اور اس بے سارا جماعت کے سارے اہلکار اسے یتیم چھوڑ کر جا چکے ہیں تو آپ نے اپنی تمام تر معذوریوں کے باوجود اس یتیم جماعت کو اپنی آغوش شفقت میں اٹھالیا۔ گویا وہ یتیم جو آپ نے انجمن حمایت اسلام کے اجلاس میں "امیر شریعت" کے ہاتھ پر کی تھی وہی آپ کے امیر شریعت کی خلافت و جانشینی تک پہنچ لائی۔ ۱۵ رجب الاول ۱۳۹۳ھ سے پہلے آپ "امیر شریعت" کی سپاہیان ختم نبوت فوج" کے سپانی تھے۔ اور اس تاریخ سے آپ کو اس فوج کا قائم سپہ سالار بنا دیا گیا۔

سوم حضرت قدس سرہ پر حق تعالیٰ شانہ کے بے شمار انعامات تھے، آپ کی صحیفہ زندگی میں قدرت ایک نئے باب اور باہل آخری باب کا اضافہ کرنا چاہتی تھی، اور وہ تھا آپ کے مقام صدیقیت کا اظہار میلہ کذاب کی غیبت امت کا صفایا سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فوج نے کیا تھا اور میلہ پنجاب کی امت کی سرکوبی "یوسف صدیق" کی فوج نے "اول با آخر سنے دوارو" راقم الحروف کا خیال ہے کہ اسی صدیقی نسبت کی تکمیل کے لئے قدرت آپ کو آخری عمر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کے لئے کشاں کشاں کھینچ لائی۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جہاندہری (قدس سرہ) نے حضرت کی خدمت میں جماعت کی قیادت کے لئے درخواست کی تھی مگر حضرت نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں صرف آپ ہی اس کے لئے موزوں ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس وقت جماعت کی المارت تو قبول نہیں فرمائی۔ البتہ جماعت کی سرپرستی اور مجلس شوری کی

منصب مانی کے لیے اسلاف کے علوم و روایات کی حامل ایک ایسی ہستی کو کھینچ لایا جو اس منصب کی پوری طرح اہل تھی، جس سے ملت اسلامیہ کا سر بلند ہوا۔ جس کے ذریعہ قدرت نے ختم نبوت کی پابندی کا وہ کام لیا جو اس دور کی تاریخ کا جلی عنوان بن گیا، اور وہ تھے شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا السید محمد یوسف البسروی الحسینی نور اللہ مرقدہ ۱۵ رجب الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو یہ عبقری شخصیت "تاریخ ختم نبوت" کی مسند المارت پر رونق افروز ہوئی۔

کسی جماعت کی صدارت قبول کرنا حضرت کے مزاج و مسائل کے قطعاً "منافی تھا" لیکن مجلسین کے اصرار پر آپ کو یہ منصب قبول کرنا پڑا، یہ تو ظاہری سبب تھا، لیکن اس کے باطنی اسباب و دواعی متعدد تھے جن میں سے تین اسباب اہمیت رکھتے ہیں۔

اول حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری اپنے دور میں رو قادیانیت کے امام تھے۔ انہوں نے ہی مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت مقرر کر کے ایک جماعت کو مستقل اسی مہم پر لگادیا تھا، اور علمائے امت سے ان سے تعاون کرنے کی بیعت لی تھی۔ اور حضرت بنوری اپنے شیخ کے علوم و انہاس کے وارث تھے، تحفظ ختم نبوت اور رو قادیانیت ان کے شیخ انور کی وراثت و امانت تھی، ظاہر ہے کہ اس کا اہل علوم انوری کے وارث اور ان کے روحانی جانشین سے بہتر کون ہو سکتا تھا، اس لیے جب ایک فعال جماعت کی قیادت ان کے سپرد ہوئی تو آپ نے اسے علیہ خداوندی سمجھ کر قبول کر لیا۔

دوم حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے انجمن حمایت اسلام کے جس اجلاس میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت مقرر کر کے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور دیگر علماء سے بھی بیعت

متعلق چند اشارات پر اکتفا کروں گا۔

۲۹ مئی کو ربوہ کا حلوہ پیش آیا، حالات نے نازک صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو گئے، مگر حکومت نے بروقت صحیح قدم نہیں اٹھایا بلکہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی طرح اس تحریک کو بھی چکنا چاپا۔

۳ جون ۱۹۵۳ء کو راولپنڈی میں علمائے کرام اور مختلف فرقوں کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا حکومت نے اسے ناکام بنانے کے لئے تین مندوبین۔ مولانا مفتی زین العابدین، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا تاج محمود کو لالہ موسیٰ اسٹیشن پر ریل سے اتار لیا۔

۹ جون کو حضرت کی جانب سے ایک نمائندہ اجتماع لاہور میں رکھا گیا، جس میں مسلمانوں کے تمام فرقوں اور جماعتوں کے مندوب شریک ہوئے۔ یہ میں جماعتوں کا نمائندہ اجتماع تھا۔ سب سے پہلے حضرت نے مختصر سی افتتاحی تقریر میں اجتماع کے اغراض و مقاصد اور تحریک کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی۔ جس کا خلاصہ حضرت ہی کے الفاظ میں یہ تھا:

”ہمارا یہ اجتماع اس وقت صرف ایک دینی عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہ اجتماع ”ختم نبوت“ کے مسئلہ پر ہے۔ اس کا دائرہ آخر تک محض دین رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہئے جو سیاسی حضرات اس میں شامل ہیں ان کا مطمح نظر دین ہی ہو گا۔ اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کی کشمکش سے بالاتر ہو گا۔ ختم نبوت کی تحریک کا طریق کار نہایت پر امن ہو گا اور اسے تشدد سے کوئی سروکار نہ ہو گا۔ اگر کوئی مزاحمت ہوئی یا تکلیف پیش آئی تو دین کے لئے اس کو برداشت کرنا ہو گا اور صبر کرنا ہو گا۔ مظلوم بن کر رہنا ہو گا۔ اور ہمارے مد مقابل صرف مرزائی امت ہوگی۔ ہم حکومت کو ہدف بنانا نہیں چاہتے۔ اگر حکومت نے ان کی حفاظت یا ان کی نہایت میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس وقت مجلس عمل کوئی مناسب فیصلہ کرے گی۔“

ابھی قبل از وقت کچھ کمنٹریں نہیں۔“

(ماہنامہ نباتات، رمضان و شوال ۱۳۷۴ھ)
اس کے بعد مفتی محمود نواز بڑوہ نصر اللہ خان اور دیگر نمائندوں کی تقریریں ہوئیں، تحریک کو نظم و ضبط کے تحت رکھنے کے لئے ایک ”مجلس عمل“ کی تشکیل ہوئی، اور حضرت مولانا عبدالحق شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک نے اس کی صدارت کے لئے حضرت کا نام پیش کیا، حضرت اس کے لئے آمادہ نہ تھے، اس لئے حضرت کو مجبور کیا گیا کہ فی الحال آپ عارضی حیثیت سے مجلس عمل کی قیادت قبول فرمائیں، مستقل صدر کے انتخاب پر آئندہ اجلاس میں غور کر لیا جائے گا۔

اسی اجلاس میں ”مجلس عمل“ کی جانب سے ۱۳ جون ۱۹۵۳ء کو ملک میں مکمل ہڑتال کے اعلان نیز مرزائی امت کے عمل مقلدہ (بایکٹ) کا فیصلہ کیا گیا۔

اس دوران وزیر اعظم نے ”مجلس عمل“ کے ارکان سے ”فردا“ ”فردا“ ملاقات کی۔ حضرت نے نہایت صفائی اور سادگی سے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں وزیر اعظم کے سامنے مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی، آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ آپ ہی کے الفاظ میں یہ تھا۔

”قادیانی مسئلہ بلاشبہ پاکستان کے روز اول سے موجود ہے، پہلی غلطی اس وقت ہوئی جب ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ شہید ملت (خال لیاقت علی خان مرحوم) کو اس خطرناک غلطی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا عزم کر لیا تھا، لیکن افسوس کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ عزم ہی ان کی شہادت کا سبب ہوا ہو۔ اس وقت جو جرات مرزائیوں کو ہوئی ہے اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیئے گئے تو مسلمانوں کے جذبات بجز کیس گے، اور ان کی (قادیانیوں کی) جان و مال کی حفاظت حکومت کے لئے

مشکل ہوگی۔ اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت ”ذمی“ کی ہوگی اور ان کی جان و مال کی حفاظت شرعی قانون کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی، اس طرح ملک میں امن قائم ہو جائے گا۔

میں ماننا ہوں کہ آپ پر خارجی غیر اسلامی حکومتوں کا دباؤ ہو گا، لیکن اس کے باوجود ان اسلامی ممالک کا تقاضا بھی ہے کہ ان کو جلد غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جن ممالک سے ہمارے اسلامی تعلقات بھی ہیں اور ہر قسم کے مفادات بھی وابستہ ہیں۔ خارجی دنیا میں غیر اسلامی حکومتوں کے بجائے اسلامی ممالکوں کو مطمئن اور خوش کرنا زیادہ ضروری ہے۔ نیز ایک معمولی سی اقلیت کو خوش کرنے کے لئے اتنی بڑی اکثریت کو غیر مطمئن کرنا دانش مندی نہیں۔ اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کر کے اللہ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا ہل بیکا نہیں کر سکتی، اور اس راستہ میں موت بھی سعادت ہے۔“

(ذوالذکر)
۳۰ جون کو وزیر اعظم نے ایک طویل تقریر ریڈیو پر نشر کی، جس میں حلوہ ربوہ پر ایک حرف بھی نہیں کہا، البتہ ختم نبوت پر اپنا ایمان بتاتے ہوئے کہا کہ یہ مسئلہ نوے سال کا پرانا ہے، اتنی جلدی کیسے حل ہو سکتا ہے۔

۱۳ جون کو ملک میں دوہ خیر سے کراچی اور لاہور سے کوئٹہ تک ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جو پاکستان میں اپنی نظیر آپ تھی۔

۱۱ جون کو ”مجلس عمل“ کا الائنس پور میں اجلاس ہوا جس میں وزیر اعظم کی ۱۳ جون کی تقریر پر غور کیا گیا، ”مجلس عمل“ کی مستقل صدارت کے لئے حضرت کو مجبور کیا گیا، جسے آپ کو منظور کرنا پڑا۔ اسی اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ تحریک کو پر امن رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ قادیانیوں کا بایکٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی

سے بہر قیمت بچایا جائے۔

تحریک کو زندہ گھر پر امن رکھنے کے لئے حضرت نے کراچی سے پشاور تک کے دورے کئے، چھوٹے چھوٹے قصبوں تک میں تشریف لے گئے، ہر جگہ مسلمانوں کو صبر و سکون سے تحریک چلانے کا حکم فرماتے لیکن اس کے برعکس حکومت نے جارجٹا روپہ اقتدار کیا، حضرت فرماتے ہیں:

”اگر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہر صورت گریز کیا جائے اور حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۳۴ نافذ کر دی، پریس پر پابندی عائد کر دی۔ انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سیکڑوں اہل علم اور طلباء کو گرفتار کیا گیا۔ انہیں ناروا ایذا میں دی گئیں، کبیر والا اوکاڑہ، سرگودھا، لاکل پور، کھاریاں وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے، جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا، صرف ایک شہر اوکاڑہ میں مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر کتنا مظالم اور اس کے خلاف کتنا احتجاج ہوا؟ جگہ جگہ لاشی چارج کیا گیا۔ اٹک ریز گیس کا استعمال بڑی فراخ دلی سے کیا گیا۔ مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید انہی کے منتظر رہیں۔ قریباً پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے، جون کے اواخر میں بنگلہ دیش کے دورے پر جاتے ہوئے وزیر اعظم (بھٹو صاحب) نے اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے قومی اسمبلی کو ایک تحقیقاتی کمیٹی کی حیثیت دے دی جائے گی۔ بنگلہ دیش کے دورے سے واپس آئے تو یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا، اور اس میں قومی اسمبلی کو ”خصوصی کمیٹی“ قرار دینے کا فیصلہ ہوا۔ اور یہ بھی طے ہوا کہ کمیٹی کے لئے چالیس

ارکان کا کورم ہوگا۔ جن میں تیس ارکان حزب اقتدار کے اور دس حزب اختلاف کے ہوں گے۔ اس خصوصی کمیٹی کے سامنے دو قرار دادیں بحث و تمحیص کے لئے پیش کی گئیں ایک حزب اقتدار کی جانب سے وزیر قانون (مسٹر حفیظ پیرزادہ) نے پیش کی اور دوسری حزب اختلاف کی جانب سے پیش کی گئی۔

۳۰ جولائی کو حضرت قدس سرہ کے خلاف ملک بھر کے اخبارات (نوائے وقت لاہور کے سوا) میں ایک فرضی انجمن کے نام سے ایک لہجہ پوچ اشتہار چھپنا شروع ہوا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اس شرانگیزی کا منبع کہاں ہے اور اس کے لئے لاکھوں کا سرمایہ کہاں سے آتا ہے، لیکن حضرت قدس سرہ نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے خلاف کوئی احتجاج کیا۔ تاہم ”ہماند کا تھو کا منہ پر آتا ہے۔“ کے مصداق یہ اشتہار حضرت کے بجائے حکومت اور مرزائیوں کے لئے مضرت ثابت ہوا، ہر طرف سے ان کے خلاف صدائے نعرین بلند ہونا شروع ہوئی اور مسلمانوں کے مشتعل جذبات آتش فشاں بن گئے۔

نہیں، چند دن بعد یہ اشتہار بند ہو گیا۔

۳۱ جولائی کو وزیر اعظم نے مستونگ (بلوچستان) میں اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلہ کی تاریخ کا اعلان کل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ فیصلہ کے لئے ستمبر کی تاریخ کا اعلان ہوا۔

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لئے دو مہینے میں ۲۸ اجلاس کئے اور ۹۶ گھنٹے نشستیں کیں، مسلمانوں کی طرف سے ”ملت اسلامیہ کا موقف“ نامی کتاب اسمبلی میں پیش کی گئی۔ قادیانیوں کی ربوائی اور لاہوری پارٹیوں کے سربراہوں نے اپنے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے کتابچے پیش کئے، ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن تک ۳۲ گھنٹے اور لاہوری پارٹی کے امیر مسٹر صدر الدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔ وزیر اعظم (بھٹو) قادیانیوں کے حلیف رہ

چکے تھے۔ وہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر رضا مند نہیں تھے، وہ قادیانیوں کو کسی نہ کسی طرح آئینی تلوار کی زد سے بچانا چاہتے تھے اور اس کے لئے اپنی طاقت اور ذہانت کا سارا سرمایہ صرف کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ حزب اختلاف کے ارکان سے جو ”مجلس عمل“ کے نمائندے تھے..... وزیر اعظم کی بار بار ملاقاتیں ہوئیں۔ کئی بار صورت حال نازک ہو گئی۔ آخری دن تو گویا ہنگامہ محشر تھا، امید و بیم کی کیفیت آخری حدوں کو چھو رہی تھی، وزیر اعظم کی ”انا“ نے تصادم کا خطرہ پیدا کر دیا تھا، حکومت کی جانب سے پولیس اور انٹیلی جنس کو چونکا کر دیا گیا تھا۔ بڑے شہروں میں فوج لگا دی گئی تھی، جو لوگ گرفتار تھے وہ تو تھے ان کے علاوہ ہزاروں علماء اور سربراہ آورہ افراد کی گرفتاری کی فہرستیں تیاری ہو چکی تھیں۔ اور ”مجلس عمل“ کے نمائندے بھی سرکھٹ کفن بدوش تھے۔ گویا

ہمہ آہو ان صحرا سر خود نمادہ برکف بامید آنکہ روزے بنگلہ خوانی آمد کا منظر تھا، مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس مہیب خطرہ سے ملک کو بچالیا، جب وزیر اعظم کی ”انا“ میں لپک پیدا ہوتی نظر نہ آئی تو حضرت مفتی محمود صاحب نے (جو اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ مجلس عمل کے نمائندہ کی حیثیت سے وزیر اعظم سے مذاکرات کر رہے تھے) ان سے فرمایا ”ہمیں بتائیے کہ آخر ہم کیا کریں آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ نہیں مانتے اور مجلس عمل والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ نہیں مانتے“ وزیر اعظم نے نشہ اقتدار کے جوش میں جواب دیا ”میں نہیں جانتا“ مجلس عمل، کون ہوتی ہے۔ میں تو آپ لوگوں کو جانتا ہوں، آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔“

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

”بھٹو صاحب! آپ کو قوم کے ایک حلقہ نے منتخب کر کے بھیجا ہے، اس لئے آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔ میں بھی ایک حلقہ انتخاب کا

عقیدہ گویا ان کا قرآن کے مترادف ہے اس لئے سترے حروف سے قرآن کریم لکھنے اور اسے چار دانگ عالم میں پھیلانے کی تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کی ابدیت اس کی عظمت اور اس کے مدارِ نجات ہونے کے منکر ہیں ان کا کافرو مرتد ہونا ساری دنیا پر واضح کر دیا جائے تاکہ جو غبار انہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات پر ڈالا ہے وہ صاف ہو جائے اور قرآن کریم کی روشن و تابندہ ہدایت واضح ہو جائے..... الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرت کے ہاتھوں سے لیا اور بہت سے ذی صلاح و تقویٰ شعرا بزرگوں نے اس مقدس کام میں آپ کا ہاتھ بنایا۔ اس تحریک کی کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ نعمات کا اہتمام کیا۔

تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر آپ کو ایک اور انعام ملا۔ حضرت فرماتے تھے کہ تحریک کے بعد غالباً رمضان المبارک میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک چاندی کی تختی مجھے عطا کی گئی ہے اور اس پر سترے حروف سے یہ آیت لکھی ہے: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت پر مجھے انعام دیا جا رہا ہے اور اس کی یہ تعبیر ہے کہ مجھے حق تعالیٰ بیضاء عطا فرمائیں گے اور میں اس کا نام سلیمان رکھوں گا۔ چنانچہ اس خواب کے دو سال بعد حق تعالیٰ نے ستر برس کی عمر میں آپ کو صاحبزادہ عطا فرمایا اور آپ نے اس کا نام سلیمان تجویز فرمایا۔

عالمی تحریک:

۷ ستمبر کے فیصلہ کے بعد بھی حضرت چین سے نہیں بیٹھے، بلکہ اس فیصلہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، اس سلسلہ میں آپ کے پیش نظر تین چیزیں تھیں۔

۱۔ اندرون ملک صرف قادیانیوں کے "غیر مسلم" ہونے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ حکومتی سطح پر ان کے ساتھ معاملہ بھی وہی کیا جائے جس کے غیر مسلم مستحق ہیں۔ مثلاً "شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں ایک

شعبان ۱۳۹۳ھ رات کو آپ کے بارے میں بہت عمدہ اور مبارک خواب دیکھا ہے جس کی آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں اور اس کو یہاں اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔

میں نے آپ کو ایسے شیوخ کی جماعت کے ساتھ دیکھا ہے جو سن رسیدہ تھے اور جن پر صلاح و تقویٰ کی علامات نمایاں تھیں۔ یہ سب حضرات اس قرآن کریم کے صفحات جمع کرنے میں مصروف تھے جو آنجناب نے اپنے قلم سے زعفرانی رنگ کی روشنائی سے بدست خود تحریر فرمایا ہے اور آنجناب کا قصد ہے کہ اسے لوگوں کے فائدہ عام کے لئے شائع کیا جائے، آپ نے اپنے اس ارادے کا اظہار نہایت مسرت و شادمانی کے ساتھ میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

صبح جب نماز فجر کے لئے اٹھا تو قلب فرحت سے لہرز تھا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی کا تاج پہنایا ہے۔ **والحمد لله الذی بنعمته تنم الصالحات**۔

یہ مبارک خواب تحریک ختم نبوت کے زمانے کا ہے، سترے حروف سے قرآن کریم لکھنے کی تعبیر اہل فن ہی کر سکتے ہیں، راقم الحروف کا قیاس ہے کہ اس فیصلہ کے ذریعہ آیت خاتم النبیین کو صفحات عالم پر سترے حروف سے رقم کرنے کی طرف اشارہ ہوا۔ نیز قادیانی امت نے چونکہ قرآن کریم پر تحریف کی سیاہی ڈال دی ہے اور ان کے نزدیک مرزا قادیانی سے قبل قرآن کریم آسمان پر اٹھ گیا تھا۔ بقول ان کے مرزا قادیانی کی وحی قرآن کو دوبارہ لائی ہے اور یہ عقیدہ قرآن کریم کی عظمت کو منانے کے مترادف ہے، نیز قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ اب صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور قرآن کریم کی تعلیمات مدار نجات نہیں بلکہ مدار نجات نعوذ باللہ مرزا قادیانی کی تعلیمات اور اس کی مصلحت اور شیطانی وحی ہے۔ یہ

بیٹھ گیا اور آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا کہ بھول گیا کہ "معارف السن" حاضر کرنا فرمایا میں نے نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اب چھٹی جلد کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو علم نہیں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا بس اس کی تشریح و توضیح و خدمت کی ہے بہت مسرت کے لہجے میں فرمایا "بہت عمدہ ہے۔"

شوال ۱۳۹۳ھ میں لندن کے قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع مکان ہے گویا ختم نبوت کا دفتر ہے بہت سے لوگوں کا مجمع ہے میں ایک طرف جا کر سفید چادر جس طرح کہ احرام کی چادر ہو۔۔۔ باندھ رہا ہوں۔ بدن کا اوپر کا حصہ برہنہ ہے کوئی چادر یا کپڑا نہیں۔ اتنے میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اسی بیعت میں کہ احرام والی سفید چادر کی لنگی باندھی ہوئی ہے اور اوپر کا بدن مبارک بغیر کپڑے کے ہے میرے دہانے کندھے کی جانب تشریف لائے اور آتے ہی مجھ سے چٹ گئے۔ پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا "دلو میرے پھول" پھر دیر تک معانقہ فرمایا میں خواب ہی کی حالت میں خیال کرتا ہوں کہ مبارک ہاتھ کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اتنی۔ منات کی حیثیت مبشرات کی ہے اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ بہر حال قادیانی ناسور کے علاج سے نہ صرف زندہ بزرگوں کو مسرت ہوئی بلکہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس سے بے حد و پایاں خوشی ہوئی۔ فائدہ لاد۔"

(ذیات ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۴ء)

انہی مبشرات کے ضمن میں جی چاہتا ہے کہ اس خط کا اقتباس بھی درج کر دیا جائے جو حضرت ایک گھرے دوست الشیخ محمود الیاف کی نے آپ کو ملک شام سے لکھا تھا۔ اصل خط عربی میں ہے یہاں اس کا متعلقہ حصہ اردو میں نقل کرتا ہوں۔

"میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ میں نے ۳

میں طاقت و ہمت ہوتی تو دنیا بھر میں آگ لگتی۔ چنانچہ ضعف و ناتوانی اور پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے فتنہ قادیان کے استحصال کے لئے بیرونی ممالک میں بھی کوششیں شروع کر دیں، اور یورپ افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کو قادیانیت کے مقابلہ میں منظم اور بیدار کرنے کے لئے خود دو مرتبہ طویل سفر فرمایا۔ پہلا سفر ۱۹۷۳ء کے اواخر میں انگلستان کا کیا۔ جس کی ابتداء حرمین کی حاضری اور اس کا مقصد سے ہوئی۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو حضرتؐ نے ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ (دسمبر ۱۹۷۳ء) کے "بصائر و عبرت" میں کیا ہے جس کا ابتدائی حصہ درج ذیل ہے۔

الحمد للہ ماہ رمضان المبارک میں کچھ لمحات حرمین شریفین میں نصیب ہوئے۔ انگلستان کی دینی دعوت آئی تھی۔ اگرچہ صحت اچھی نہیں تھی اور ڈاکٹروں کی حتمی رائے سزہ کرنے کی تھی، اور خود مجھے بھی تردد ضرور تھا، لیکن استخارہ کر کے اللہ کا نام لے کر جدہ سے ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء کو روانہ ہو گیا، پندرہ سینڈ میں جاتے ہی ایک جدید حادثے سے دوچار ہوا، ڈاکٹروں نے تین روز سکوت اور ایک ہفتہ آرام کا مشورہ دیا۔ لیکن بیانات کا نظم بن چکا تھا اور اس کا اعلان ہو گیا تھا اس لئے پاول ناخوستہ ڈاکٹروں کے مشورے کے خلاف کرنا پڑا، الحمد للہ کہ تقریباً تمام پروگرام حق تعالیٰ شانہ نے پورا کرا دیا۔ متعدد مقالات پر جانا ہوا۔ اور جن اہم دینی مسائل کی ضرورت سمجھی ان پر بیانات ہوئے۔ پندرہ سینڈ، بولٹن، ڈیویزی، بلک برن، پرنسٹن، بریڈ فورڈ، کلسٹر، والسلی، برننگھم، ولور ہملٹن، کونٹری، لسٹر، نیٹی ٹن اور خود لندن کے مختلف مقالات پر پروگرام بن چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے باوجود صحت کی خرابی و طبیعت کی تباہی کے توفیق محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائی۔

متعدد دینی موضوعات پر بیان ہوا۔ مثلاً "دین اسلام بڑی نعمت ہے۔ ۲۔ اسلام اور بقیہ مذاہب کا موازنہ۔ ۳۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں کا

"قادیانی مسئلہ کے حل ہونے سے پاکستان کو سیاسی استحکام حاصل ہو گیا۔" اور تباہی صاحب نے یہ اعلان فرمایا کہ "پاکستان آج صحیح معنوں میں پاکستان بنا۔" دونوں سیاست دانوں کے اعلان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ کام کتنے عرصے پہلے ہونا چاہئے تھا۔

ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہوئی بلکہ آئینی نقوش کو جب تک عملی جامہ نہ پہنایا جائے اس وقت تک مقصد ناممکن ہے۔ "اسلام در کتاب و مسلمانان در گور" والا معاملہ ہو گا، اندرون ملک قادیانیوں کا جو کچھ رد عمل ہے وہ تذبذب ہے، مایوسی ہے اور زیادہ سے زیادہ گنڈ بھکی ہے اور کچھ نہیں۔ باہر ممالک میں حتیٰ کہ انگلستان میں بھی اس کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، لیکن افریقہ کے ممالک میں اس آئینی فیصلہ کی اشاعت اور عام کرنے کی بڑی ضرورت باقی ہے حکومت کو اپنا بین الاقوامی دامن پھیلانے کے لئے۔ عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبان میں اس مقصد کی اشاعت اپنے سفیروں کے ذریعہ تمام ممالک میں کرانی چاہئے اس وقت جو کچھ حکومت کی پالیسی ہے اس میں تناظر، تذبذب بلکہ ایک گونہ نفاق ہے، اس لئے (حکومت نے) عملی رت میں کوئی اقدام نہیں کیا، نہ ان قیدیوں کو رہا کیا، (جو تحریک ختم نبوت کے دوران گرفتار کئے گئے) نہ روہ کو باقاعدہ تحصیل کی شکل دی ہے، نہ فارغ علاقہ ان سے واپس لیا ہے ہو سکتا ہے کہ مرکز سے زیادہ پنجاب گورنمنٹ کی دوغلی پالیسی یا طرف دارانہ پالیسی کا نتیجہ ہو۔ بہر حال حالات اگر ایس کن نہیں تو زیادہ امید افزا بھی نہیں۔ بس اس وقت زیادہ لکھنے کی فرصت نہیں۔ تفصیلات بہت کچھ ہیں۔ والسلام۔"

یہ گرامی نامہ ۱۹۷۵ء کے آغاز میں (۳ جنوری کو) تحریر فرمایا، ان دنوں حضرتؐ پر پوری دنیا میں اس تحریک کو عام کرنے کا جذبہ بڑی شدت سے غالب تھا۔ فرماتے تھے "کاش میں جوان ہوتا، قوی

خانہ مذہب کا جوڑ لیا جائے اور اس میں قادیانیوں کے "غیر مسلم" ہونے کی تصریح کی جائے۔ قادیانیوں کو اسلام کے شعار اپنانے کی اجازت نہ دی جائے اور ان امور کے لئے مناسب قانون سازی کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ بیرون ملک جہاں جہاں قادیانی اثرات ہیں وہاں تحریک ختم نبوت کو ایک عالمی تحریک کی شکل دی جائے۔ پاکستان قومی اسمبلی کے فیصلہ کی دنیا بھر کی زبانوں میں اشاعت کی جائے اور قادیانیوں نے اسلام اور مسلمانوں سے جو نعداریاں کی ہیں۔ ان سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو باخبر کیا جائے۔ آئندہ قادیانیوں کے جو منصوبے ہیں ان پر کڑی نظر رکھی جائے

۳۔ سب سے اہم یہ کہ جو لوگ غفلت یا جہالت کی بنا پر قادیانی دنگل میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے قادیانیت کو واقعی اسلام سمجھ کر قبول کیا ہے جہاں تک ممکن ہو موعظت و حکمت کے ساتھ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور اسلام اور قادیانیت کے درمیان جو مشرق و مغرب کا بعد ہے وہ ان پر واضح کیا جائے۔

حضرت اقدسؒ نے مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ ٹنک کے نام اپنے ایک گرامی نامہ میں ان نکات کی وضاحت فرمائی ہے جو درج ذیل ہے :

"برادر محترم مولانا سمیع الحق صاحب زاد کم اللہ تو فیقتا" الی الخیر السلام علیکم ورحمۃ اللہ نہ معلوم نامہ کرم کب آیا اور کہاں ہے لیکن عزیز محمد بنوری سلمہ سے یہ معلوم ہوا کہ جواب کا انتظار کر رہے ہیں اور اشاعت رکی ہوئی ہے۔ اس لیے چند حروف لکھ رہا ہوں، تفصیل کی نہ حاجت، نہ فرصت، نہ ہمت، اختصار بلکہ ایجاز سے عرض ہے کہ آئینی فیصلہ نہایت صحیح اور باصواب ہے، اگرچہ بعد از وقت ہے اور بعد از خرابی بسیار۔ وزیر اعظم صاحب نے جو اخبارات میں یہ اعتراف فرمایا ہے کہ

جواب دیا کہ اس فن کے امام مولانا شیخ محمد یوسف بنوری ہیں۔ کراچی میں ان سے رجوع کرو۔ اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"

حضرت نے ان کی بہت ہی قدر اور بہت افزائی کی اور ان سے فرمایا کہ ہم نہ صرف قادیانیوں کا سارا لٹریچر آپ کے لیے مہیا کریں گے بلکہ ایک ایسا عالم بھی بھیجیں گے جو قادیانیت کا پورا ماہر ہو۔ کیونکہ قادیانیوں کی بیشتر کتابیں اردو میں ہیں۔ ہمارے آدمی آپ کے یہاں کے علماء کو قادیانی کتابوں کے حوالوں کا ترجمہ عربی میں نوٹ کرا دیں گے۔ اور قادیانیت پر ایسی تیاری کرا دیں گے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو کسی اور سے مزاحمت کی حاجت نہیں ہوگی۔ وہ نقشہ آج بھی راقم الحروف کی آنکھوں کے سامنے ہے جب شیخ حسین رخصت ہوتے ہوئے حضرت کی پیشانی اور ریش مبارک کو بوسہ دے رہے تھے ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ اور وہ بڑے رقت انگیز لہجے میں حضرت سے درخواست کر رہے تھے۔

یاسینی زودنی، معازود سیدنا رسول

اللہ ﷻ معاذ بن جبل حسین بعثہ الی الیمن۔"

اور جواب میں حضرت نے اسی رقت آمیز مگر بزرگانہ لہجہ میں فرمایا:

زودک اللہ التقویٰ واسنودع اللہ

دینکم وامانتکم و خولتیم اعمالکم

بہر حال ان کی درخواست پر حضرت نے

جناب مولانا عبد الرحیم اشعر اور رفیق محترم مولانا

اللہ دسایا اصلاحی کو قادیانیوں کا ضروری لٹریچر دے کر

انڈونیشیا بھیجا، ان حضرات نے وہاں قادیانیوں کو

مناظرہ و مباحثہ کی دعوت دی، مگر کوئی مقابلے پر نہیں

آیا، وہاں مختلف مقالات پر ان کے بیانات ہوئے جن

کا ترجمہ ساتھ کے ساتھ انڈو-نشین زبان میں ہوتا

رہا۔ وہاں کے ریڈیو پر بھی ان کی تقریریں نشر ہوئی

کہ کہاں کہاں جانا ہو گا اور کس طرح کلام کرنا ہو گا۔ اس لیے روانگی ایسے وقت ہوئی کہ نہ پورے دینے لے سکے۔ نہ باقاعدہ کسی کو مطلع کیا جا سکے۔ نیرونی پہنچ کر کچھ نقشہ کلام کا سمجھ میں آیا کہ موثر اور صحیح صورت یہ ہے کہ ہر مرکزی مقام پر مقامی باشندوں کی جماعت "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے تشکیل دی جائے جو بسلسلہ قادیانیت موثر کلام کر سکے، اور تقریروں میں اسلام اور ختم نبوت کی اہمیت و حقیقت واضح کی جائے، چنانچہ اس انداز سے کلام شروع کیا اور نشن منزل نظر آنے لگا۔۔۔

زمینا سے واپسی پر یوگنڈا کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے تین چار دن یہاں تاخیر ہو گئی، شاید کل روانگی ہو سکے گی۔۔۔ سفر کے اختصار کا سوچ رہا تھا، لیکن معلوم ہوا کہ نائیجیریا میں قادیانیوں کے اسکول ہسپتال اور ادارے ہیں اور حکومت میں بھی ان کے عہدے ہیں۔ وہاں جانے کی شدید ضرورت ہے، اس لیے مغربی افریقہ کا ارادہ کرنا پڑا، اور پھر ساتھ ہی مغربی افریقہ کے بقیہ ممالک کا جوڑ بھی لگانا ہو گا۔ اس لیے سفر طویل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں۔ آمین۔"

حضرت کا یہ سفر جدہ سے ۷ شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو شروع ہوا، اور ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۷۵ء کو جدہ واپسی ہوئی۔

۱۹۷۵ء میں انڈونیشیا کے ایک بہت بڑے عالم الشیخ الحسین الشافعی مشرق وسطیٰ کے دورہ سے واپسی پر حضرت کی خدمت میں کراچی تشریف لائے، کئی دن ان کا قیام رہا اور انہوں نے حضرت کے سامنے انڈونیشیا میں قادیانی سرگرمیوں اور نصرانی سازشوں کی تفصیلات پیش کیں یہ بھی بتایا کہ "قادیانیوں سے ہمارا معرکہ رہتا ہے جب ہم مرزا غلام احمد کا کوئی حوالہ پیش کرتے ہیں تو قادیانیوں کی طرف سے اصل کتاب پیش کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔۔۔ میں نے مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کو لکھا تھا کہ اس سلسلہ میں ہماری راہنمائی کریں۔ انہوں نے

موازنہ۔ ۳۔ دنیا کی زندگی کی حقیقت۔ ۵۔ طہانیت قلب دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا ذریعہ حقیقی اسلام ہے۔ ۶۔ ذکر اللہ جس طرح حیات قلب کا ذریعہ ہے ٹھیک اسی طرح بقاء عالم کا ذریعہ بھی ہے۔ ۷۔ لندن انگلستان میں مسلمانوں کی زندگی کا نقشہ۔ ۸۔ دنیا کی زندگی میں انتہاک اور آخرت سے دردناک غفلت۔ ۹۔ انگلستان میں مسلمانوں نے اگر دینی انقلاب اختیار نہ کیا تو ان کا مستقبل نہایت تاریک ہے۔ ۱۰۔ انگلستان کے پر از شہوت ماحول میں اصلاح نفوس کی تدبیر۔ ۱۱۔ مخلوط تعلیم کے دردناک نتائج اور اس سے بچنے کا لائحہ عمل۔ ۱۲۔ محبت رسول کی روشنی میں سنت و بدعت کا مقام۔ ۱۳۔ حضرات انبیاء کرام کی عصمت اور صحابہ کرام کا مقام۔ ۱۴۔ انگلستان میں عالم دین کی زندگی کیسی ہو؟ ۱۵۔ رویت ہلال وغیرہ بعض مسائل میں علماء کا اختلاف اور اتحاد کے لیے لائحہ عمل۔ ۱۶۔ قادیانی مسئلہ اور اس کا منصفہ حل"

لوگ انگلستان جاتے ہیں تو بڑی "سوغاتیں" ساتھ لاتے ہیں، مگر حضرت کے اس سفر کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ حضرت نے اس میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کیا، فرماتے تھے کہ "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے لیے ایک شخص نے باصرار پانچ پونڈ کا عطیہ دیا تھا، صرف وہی لایا ہوں۔ اس کے سوا کچھ نہیں لایا۔

حضرت نے اس سلسلہ میں دوسرا سفر قریبا ایک درجن افریقی ممالک کا کیا، جو حسب معمول حرمین شریفین سے شروع ہوا اور حرمین پہنچ کر ختم ہوا۔ اس سفر کی مفصل روداد حضرت کے رفیق سفر جناب مولانا ذاکر عبد الرزاق کے مقالہ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔ البتہ حضرت نے اس سفر کے بارے میں ایک گرامی نامہ نیرونی سے تحریر فرمایا تھا اس کا اقتباس یہاں دیا جاتا ہے جس سے کلام کے طریق کار پر روشنی پڑتی ہے۔۔۔

"جدہ سے روانگی کے وقت کچھ معلوم نہ تھا

اور سب سے اہم کام یہ کیا کہ قریباً دو صد حضرات علماء و کلاء اور طلبہ کی ایک بڑی جماعت کو عربی میں قادیانیت سے متعلق مختلف موضوعات پر تیاری کرائی۔ قادیانیوں کی کتابوں کے اصل ماخذ کی نشاندہی پیش کر کے ان کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ اس طرح ایک بڑی جماعت کی رو قادیانیت پر تیاری مکمل کرائی فالحمد للہ علی ذالک

ان دونوں احباب کی میزبانی کے فرائض شیخ حسین العجشی نے ادا کئے۔ مگر سفر کے جملہ مصارف حضرت نے جماعت کی طرف سے برداشت کیے اور قادیانی لٹریچر کا یہ ذخیرہ بھی انڈونیشیا چھوڑ دیا گیا یہ دور کئی وفد ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۷۵ء کو کراچی سے روانہ ہوا اور ۱۸ مارچ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۷۶ء کو واپس ہوا ان کی واپسی پر شیخ حسین نے حضرت کی خدمت میں شکر یہ کا خط لکھا جس میں ان حضرات کی مساعی کی تفصیل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا "ان حضرات کا قیام اگرچہ ایک مہینہ رہا لیکن ہم نے ان سے ایک سال کا استفادہ کیا"

رمضان مبارک ۱۳۹۵ھ میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے فاضل مبلغ جناب مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب کو متحدہ عرب امارات میں کام کرنے کے لیے بھیجا وہاں روابط قائم کرنے کے لیے حضرت نے ابو نعیمی میں شون دہلیہ کے سربراہ جناب ڈاکٹر عبدالعظیم النمر اور ابو نعیمی کے قاضی القضاۃ شیخ احمد بن عبد العزیز المبارک کے نام عربی میں الگ الگ گرائی نامے تحریر فرمائے۔ نیز ابو نعیمی کے پاکستانی حضرات کے نام اردو میں حسب ذیل گرائی نامہ تحریر فرمایا:

"اس وقت اسلام جن فتنوں سے گھرا ہوا ہے۔ محتاج بیان نہیں، مسلمان دنیا کے جس خطے میں ہو اسلام کا داعی اور مبلغ ہے اور ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اس کا کلفت ہے کہ دینی خدمات انجام دے اور آخرت کی سرخوردگی اور قیامت کی جوابدہی

حاصل کرے۔

مجلس مرکزی "تحفظ ختم نبوت" نے اپنی شاخ کے افتتاح کا ارادہ کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ابو نعیمی اور امارت خلیج میں دینی خدمت ہو سکے اس خدمت کے لیے اپنے ایک داعی و مبلغ مولانا منظور احمد شاہ کا تقرر کیا ہے۔

آپ حضرات کے دینی مزاج اور مکارم اخلاق سے مجھے پوری توقع ہے کہ موصوف کی مقدور بھر امداد میں جس طرح بھی ہو سکے دریغ نہیں فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔"

چنانچہ موصوف نے وہاں کے احباب کے توسط سے اکابر علماء اور شیوخ سے رابطہ قائم کیا انہیں قادیانیت کے مالہ و مالمیہ سے آگاہ کیا قادیانی لٹریچر سے جو ساتھ لے کر گئے تھے۔ قادیانیوں کے مردانہ نظریات و عقائد نکال کر دکھائے اور ان کی اسلام کش سرگرمیوں کی تفصیلات بتائیں جس کے نتیجے میں وہاں کے رئیس القضاۃ شیخ احمد بن عبد العزیز المبارک نے قادیانیت کے خلاف وہ فیصلہ لکھا جو جماعت کی طرف سے "قادیانیوں کا ایک اور عبرت ناک انجام" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ مولانا منظور احمد شاہ صاحب نے ۱۹۷۶ء میں متحدہ عرب امارات کے علاوہ کویت اور بحرین کا دورہ بھی کیا اور وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔

۱۹۷۵ء میں مولانا مقبول احمد کو ختم نبوت کے داعی کی حیثیت سے انگلینڈ بھیجا۔ موصوف نے وہاں کے نہ صرف پاکستانی حضرات سے رابطہ قائم کیا بلکہ ممالک عربیہ کے طلبہ میں بھی کام کیا۔

۱۹۷۶ء کو "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" کے متفحص جناب مولانا اسد اللہ طارق کو نیج آئرلینڈ کے لئے داعی و مبلغ بنا کر بھیجا موصوف نے وہاں ایک سال سے زیادہ عرصہ کام کیا اس کے بعد جرمنی تشریف لے گئے اور وہاں قادیانیت کا باطلہ بند کیا۔ ۱۹۷۶ء میں مولانا منظور احمد چنیوٹی اور علامہ

ڈاکٹر خالد محمود (مقیم برمنگھم) نے افریقی ممالک کا دورہ کیا اس کی روئید اور اخبارات و رسائل کے علاوہ الگ بھی شائع ہو چکی ہے۔

مساجد و مراکز کی تعمیر

سید بنوری قدس سرہ کے سہ ماہہ دور امارت میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے تعمیراتی منصوبوں میں بھی حیرت افزا ترقی ہوئی متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ جماعتی مراکز کا افتتاح ہوا اور کئی مدارس کھلنے لگے ان کی مختصری فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ محلہ غریب آپلو بیرون چوک شہیدان ملتان میں "مسجد الفاروق" تعمیر ہوئی۔
۲۔ سری ضلع تھرا کر (سندھ) میں ایک مسجد تعمیر ہوئی۔

۳۔ جماعت کے زیر اہتمام ربوہ اسٹیشن پر مسجد تعمیر کی گئی وہاں خطابت کے فرائض جماعت کے مبلغ جناب مولانا خدا بخش صاحب اور تدریس کی خدمات جناب حافظ شبیر احمد صاحب انجام دے رہے ہیں۔

۴۔ جماعت کے موجودہ مرکزی دفتر (واقع تعلق روڈ ملتان) کو حضرت نے جماعت کے وسیع کام اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے ناگہانی سمجھ کر دفتر کے لئے ایک نیا قطعہ اراضی خریدنے کا حکم فرمایا جس میں مسجد "الایبیری" اشاعتی مکتبہ پریس اور دیگر ضروریات کے علاوہ بیرونی ممالک کے مندوبین کے قیام کے انتظامات ہوں۔ چنانچہ ملتان میں حضوری بلغ روڈ پر ایک قطعہ اراضی خرید کیا گیا حضرت کے بعض مخلصین احباب کی وساطت سے حق تعالیٰ نے اس کی تعمیرات کا انتظام بھی فرمایا۔ اب یہ جدید مرکز تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ جو انشاء اللہ حضرت کے لیے صدقہ جاریہ رہے گا۔

۵۔ ہڈر ٹنلینڈ (انگلینڈ) میں جماعت کے لئے ایک ثمارت حضرت مولانا لال حسین نے اپنے قیام یورپ کے زمانہ میں خریدی تھی۔ جماعت کا دفتر اسی

حضرت مولانا مفتی محمود غلام نے اسمبلی میں حرفاً "حرفاً" پڑھ کر سنائی۔ حضرت نے اب اس کی دوہرا باہ طہاعت کا حکم فرمایا تھا۔

۲۔ ملت اسلامیہ کا موقف (عربی ایڈیشن)

بیرون ممالک کی ضروریات کا تقاضا تھا کہ اس کتاب کے عربی اور انگریزی ایڈیشن بھی شائع کیے جائیں چنانچہ حضرت نے اپنے رفیق و خادم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کو اس کے عربی ترجمہ کا حکم فرمایا، موصوف نے "موقف الامت الاسلامیہ من القادسیہ" کے نام سے اس کا عربی ترجمہ کیا، حضرت نے خود اس پر ایک نئی مقدمہ لکھا اور افریقی ممالک کے دورہ پر جانے سے پہلے اسے اعلیٰ کانڈ اور عمدہ ٹائپ سے طبع کرایا اور عالم اسلام خصوصاً افریقی ممالک میں اسے تقسیم فرمایا۔

۳۔ ملت اسلامیہ کا موقف (انگریزی)

اس کتاب کے انگریزی ترجمہ کے لیے حضرت نے کتاب کے مصنف جناب مولانا محمد تقی عثمانی کو فرمایا۔ بعد لہ موصوف نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا، جو دارالعلوم لائڈس میں سے شائع ہوا۔

۴۔ خاتم النبیین:

یہ حضرت کے شیخ امام العصر مولانا محمد انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تالیف ہے جو مسئلہ ختم نبوت پر انوری علوم و معارف کا تجزیہ ہے۔ اس کی زبان فارسی تھی اور ایک مدت سے اس کے اردو ترجمہ کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، اس لیے حضرت نے راقم الحروف کو اس کے ترجمہ و تشریح کا حکم فرمایا۔ بعد اللہ حضرت کی عنایت و توجہ سے بہت مختصر سے عرصہ میں اس کے ترجمہ و تشریح اور ترمیم و تخریج کا کام ہوا۔ پہلے ماہنامہ بینات میں بالاقساط شائع ہو چکی تو اسے مستقل شائع کرنے کا حکم فرمایا اور اس پر ایک گرانقدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب حضرت کے وصال کے تین دن بعد پریس سے آئی۔

پر اشاعتی کاموں کی لئے بڑا حوصلہ شکن تھا، تاہم جماعت نے قریباً دو لاکھ روپیہ اشتہارات اور کتابچوں کے علاوہ نہایت وقیع اور علمی کتابوں کی اشاعت پر خرچ کیا۔ اس کا مختصر سا جائزہ پیش خدمت ہے۔

ملت اسلامیہ کا موقف

دو صفحے کی یہ کتاب "مجلس عمل" کے نمائندگان اسمبلی کی جانب سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے مسلمانوں کا موقف پیش کرنے کی غرض سے جدید انداز میں مرتب کی گئی، جس میں قادیانیت کی مذہبی سماجی اور سیاسی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ قادیانی کیوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ پہلی کتاب تھی جو حضرت کے دور میں شائع ہوئی۔ اس کی تالیف و طہاعت بھی حضرت کی کرامت تھی۔ دو صد صفحے کی کتاب مگر سننے والوں کو یقین نہیں آئے گا کہ فراہمی سے لے کر اس کی تالیف تک تالیف و کتابت اور طہاعت وغیرہ کے تمام مراحل چھ دن میں طے ہوئے، راولپنڈی میں حضرت نے علماء کا ایک بورڈ مقرر کر دیا تھا۔ مولانا محمد حیات اور مولانا عبدالرحیم اشعر مواد فراہم کر رہے تھے۔ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق اس کی تالیف میں مصروف تھے اور حضرت الحمدوم سید انور حسین نفسی رقم الحسینی اپنے رفقا سمیت اس کی کتابت میں مصروف تھے روزانہ جتنا حصہ لکھا جاتا وہ علماء کی مجلس میں سنایا جاتا اور کتابت ہو جاتا۔

کتاب کی تالیف و کتابت مکمل ہوئی تو طہاعت کا مرحلہ درپیش تھا۔ مشکل یہ تھی کہ پریس پر پابندی عائد تھی اور قادیانیوں کے خلاف کسی چیز کا چھپنا ممنوع تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو بھی آسان فرمادیا۔ اس طرح یہ کتاب مواد کی فراہمی سے لے کر طہاعت و -جلید تک چھ دن میں تیار ہو گئی۔

تمام اراکین اسمبلی میں تقسیم کی گئی۔ اور

عمارت میں تھا، مگر اس کی مکانیت دفتر کی ضروریات کے لئے موزوں نہیں تھی، جناب مولانا مقبول احمد صاحب وہاں تشریف لے گئے تو ان کی توجہ سے وہاں کے ایک صاحب خیر دوست نے مسجد مدرسہ اور دفتر کی تعمیر کے لئے ایک قطعہ اراضی وقف کر دیا۔ بعد لہ اس کی تعمیرات بھی شروع ہیں۔

۵۔ "چاپ" کے احباب کی درخواست پر حضرت نے وہاں ختم نبوت کی طرف سے مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر افسوس کہ اس کی تعمیر بھی باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔

۶۔ "مسلم کاؤنی ریوہ" میں جماعت کے لیے ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کیا گیا۔ وہاں بھی ایک عظیم الشان مسجد مدرسہ لائبریری دفتر مہمان خانہ وغیرہ کی تعمیر کا منصوبہ ہے کام کا آغاز ہو چکا ہے۔۔۔ رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان وہاں فروکش ہیں۔

۸۔ اسلام آباد میں جماعت کا دفتر کرائے کی عمارت میں تھا۔ حضرت کی خواہش تھی کہ وہاں کسی موزوں جگہ پر قطعہ اراضی لے کر مسجد اور دفتر تعمیر کیا جائے، تاہم سردست دفتر کے لیے ایک مناسب عمارت خریدی گئی۔

۹۔ حضرت کے دور عمارت میں ریوہ، ملتان اور دہلی میں نئے مدارس کا افتتاح ہوا۔

۱۰۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں جماعت کے دفاتر کرائے کی عمارت میں ہیں کراچی، لاہور، اور حیدر آباد وغیرہ مرکزی شہروں میں دفاتر کی تعمیر کے لیے بھی حضرت نے فکر مند تھے مگر حضرت کی یہ خواہش تشنہ تکمیل رہی۔

شعبہ نشر و اشاعت

حضرت کے دور میں جماعت کے شعبہ نشر و اشاعت کو بھی خاصی ترقی ہوئی اگرچہ یہ دور ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۶ء کی تحریکات کے ہنگامہ رستخیز کی بنا

عظیم جرم ہے، اگر علماء امت اس فریضہ میں کوتاہی کریں تو اداہ فرض کی کوتاہی میں عند اللہ مجرم ہونگے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس فریضہ کی ادا کیلئے علم صحیح کی روشنی میں نیک نیتی سے ہوا جذبات سے باہر ہو۔

”ہر مملکت کی نوعیت اس کے دستور اور قوانین سے پہچانی جاتی ہے جس طرح کیونسٹ حکومت کا نظام اس کے دستور سے معلوم ہو گا اور جمہوری مملکت اس کے آئین سے معلوم ہوگی۔ اسی طرح ایک اسلامی مملکت کی شناخت کی علامت اسلامی دستور ہے۔ اگر کسی اسلامی مملکت میں غیر اسلامی اقلیت موجود ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان کو غیر مسلم کہنا جرم ہوگا۔ کوئی غیر مسلم صرف اسلامی مملکت میں رہنے سے تو مسلمان نہیں بنے گا“ کافر کافر رہے گا اور مسلمان مسلمان اگر کافر موجود ہے تو اس کو کافر کہنا پڑے گا“ اگر کوئی شخص اسلامی قوانین میں سے بھی کسی قانون کا انکار کرے گا تو وہ یقیناً ”کافر اور غیر مسلم قرار دیا جائے گا“۔

(اساز جہد، رمضان المبارک۔ ۱۳۸۸ھ)

روہ سے قل ایب تک، مرقی نبی، مرزائی اور تعمیر مسجد؟ مرزا کا اقرار، قادیانیت عامہ، اقبال کی نظر میں۔ وغیرہ وغیرہ

یہ حضرت بنوریؒ کے دور امارت کا مختصر سا خاکہ ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کی برکت سے رو قادیانیت پر کتنا کام ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت کی قیادت میں جماعت کا ہر شعبہ قلت و سائس کے باوجود بہت ہی فعال ہو گیا تھا اور کام کی نئی نئی صورتیں سامنے آنے لگی تھیں۔ لیکن صدیوں

”روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آفر شد“
حضرت کے بعد آپ کے نائب عارف باللہ حضرت مولانا خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراہیہ مجددیہ (کندیال) کو ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کا قائد و امیر منتخب کیا گیا۔ حق تعالیٰ موصوف کے اناس طیبات میں برکت فرمائے۔ و الحمد للہ اولاد آخر“

حضرت بنوریؒ کے ارشادات
”جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم ہے نیک اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی بڑا

حضرت کے حکم سے رو قادیانیت پر ایسی کئی قدیم اور نایاب کتابیں بھی شائع کی گئیں جن کے لوگ بہت ہی متلاشی تھے، مثلاً

۱۔ رئیس قادیان مولفہ مولانا ابو القاسم، لاہوری، مرزا غلام احمد قادیانی کے پوست کندہ حالات اور اس دور کی تاریخ پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔

۲۔ خلافت مرزا۔ مولفہ مولانا نور محمد خان سابق مبلغ مظاہر علوم سہارن پور جس میں مرزا قادیانی کی دشنام طرازی اور فحش گوئی کو باحوالہ روایف و ارجح کیا گیا ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ ایک سنجیدہ آدمی کے لیے بس یہی ایک رسالہ کافی ہے۔

۳۔ ہدایت الہدیٰ مولفہ مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان یہ رسالہ جو حضرت مفتی صاحب نے اپنے شیخ انور کے ایما و امانت سے مرتب فرمایا تھا، حضرت مفتی صاحب کے ایصال ثواب کے لیے شائع کیا گیا اور حضرت نے ایک تحریک کی شکل میں اس کی اشاعت کا حکم فرمایا۔ (تفصیلات مجلس تحفظ ختم نبوت تعلق روڈ ملتان سے معلوم کی جاسکتی ہیں)

۴۔ قادیانیوں سے ستر سوالات مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری
۵۔ اشد العذاب علیٰ منسیرہ اسپناب مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری
۶۔ مجموعہ رسائل مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

حضرت چاند پوریؒ دور ثانی کے اکابر دیوبند میں تھے۔ میدان مناظرہ میں قادیانیوں نے ان کے ہاتھوں بارہا عبرت ناک شکست کھائی، تحریر کے میدان میں قدم رکھا تو ایسے کلمہ شکن رسائل لکھے کہ قادیانی آج تک ان کے جواب نہیں دے سکے۔ جماعت نے ان کے تمام رسائل کو دوبارہ شائع کیا۔ ان کے علاوہ چند نئے رسائل بھی مرتب کر کے شائع کیے گئے۔ مثلاً ”قادیانیوں کو دعوت اسلام“

عبدالحق گل محمد اینڈ سنز

گولڈ اینڈ سٹیلور چیمبرس
اینڈ آرڈر سپلائرز

شاپ نمبر این - ۹۱ - صرافہ
میٹھار کراچی فون۔ ۲۵۵۴۳ -

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کہانی

مولانا تاج محمود کے زبانی

کانپا ایک آدمی میرے مکان کے عقبی دروازہ پر آیا دستک دی بچوں نے مجھے اطلاع کی میں نے کہا کہ اسے کوکہ مسجد کے اوپر سے ہو کر میں گیٹ کی طرف سے آئے مگر اس نے کہا کہ ضروری کام ہے مولانا ایک منٹ کے لئے جلدی سے تشریف لائیں۔ میں گیا تو وہ ریلوے کنٹرول کا ایک ذمہ دار آفیسر تھا۔ اس کی زبان و ہونٹ خشک چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں میں نے پوچھا کہ خیریت تو ہے اس نے ڈڈباتی آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ خدا یا خیر! اتنا ذمہ دار آدمی اور یہ کیفیت۔ اس نے اپنی طبیعت کو سنبھالا تو مجھے ربوہ حادثہ کی اطلاع دی اب ٹرین کو کھینچنے میں صرف دس پندرہ منٹ باقی تھے میں نے شہر میں عالی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رفقاء، علماء، شہریان، فیصل آباد کے ڈی سی، ایس پی کو فوراً اشیشین پر کھینچنے کا کہا۔ پریس رپورٹرز، پنجاب میڈیکل کالج، گورنمنٹ کالج کے اسٹوڈنٹس اور چیدہ چیدہ حضرات کو جہاں جہاں اطلاع ممکن تھی کر دی۔ ریلوے موکشیڈ میں کام کرنے والے تمام لوگ میرے جمعہ کے مقتدی ہیں۔ ان کو پیغام بھجوایا کہ کام چھوڑ کر فوراً اشیشین پر پہنچ جائیں میں ان امور سے فارغ ہو کر جب اشیشین پر پہنچا تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ فخر بازی، احتجاج ہو رہا ہے۔ پولیس کی گارڈ، جمہوریت، ڈاکٹر صاحبان موجود ہیں جو مسلمان اس ٹرین پر سفر کر رہے تھے۔ جنہوں نے قادیانی غنڈہ گردی کا ربوہ میں نظارہ دیکھا تھا وہ بھی ہمارے اس احتجاج

میں قادیانی نوجوان خدام الاحمدیہ نیم فونی تنظیم کے رضاکار سوار ہو گئے۔ جب یہ گاڑی فٹر آباد پہنچی وہاں کے قادیانی اشیشین ماسٹر نے بذریعہ ریلوے فون ربوہ کے قادیانی اشیشین ماسٹر کو مطلع کیا کہ طلباء کا ڈبہ آخری سے تیسرا ہے۔ اس سے قبل ربوہ کا اشیشین ماسٹر سرگودھا تک کے اشیشین سے ٹرین کی آمد کے بارے میں پوچھتا رہا۔ گویا قادیانی قیادت بڑی تیاری سے دیوانگی کے ساتھ ٹرین کا انتظار کر رہی تھی۔ فٹر آباد لالیوں سے بھی قادیانی نوجوان اس ڈبہ میں سوار ہوئے۔ حالانکہ یہ ڈبہ ریزرو تھا۔ جب گاڑی ربوہ اشیشین پر پہنچی تو پہلے سے موجود قادیانی غنڈوں نے طلبہ کے ڈبے کا دونوں اطراف سے گھیرا کر لیا۔ قادیانی غنڈوں نے موجودہ قادیانی سربراہ مرزا طاہر کی قیادت میں بڑی بیدردی سے مسلمان طلباء کو مارا پیٹا زخمی کیا۔ طلباء لولہمان ہو گئے۔ ان کے کپڑے پھٹ گئے جسم زخموں سے چور چور ہو گئے۔ غنڈوں نے ان کا سلمان لوٹ لیا۔ جب تک قادیانی غنڈوں کا ایکشن مکمل نہیں ہوا اس وقت تک قادیانی اشیشین ماسٹر نے ٹرین کو ربوہ اشیشین پر روک رکھا۔ فیصل آباد ریلوے کنٹرول نے پوچھا کہ ٹرین اتنی دیر ہو گئی چلی کیوں نہیں، تو ریلوے کے عملہ نے بتایا کہ فساد ہو گیا ہے۔ ریلوے کنٹرول کے ذریعہ یہ خبر مقامی انتظامیہ و صوبائی انتظامیہ تک پہنچی۔ ہم لوگ بے خبر تھے ٹرین چنیوٹ برج سے ہوتی ہوئی چک جمہور پہنچ گئی وہاں سے فیصل آباد کا سفر پندرہ بیس منٹ سے بھی کم کا ہے اتنے میں دوپہر کے وقت پہنچتا

۱۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اشیشین پر نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر آہنی سلاخوں، لوہے کی تاروں کے بنائے ہوئے کوڑوں، آہنی بٹوں سے حملہ کیا گیا۔ ان کو خوب مارا پیٹا۔ زخمی کیا گیا ایک ہفتہ پہلے یہ لڑکے تفریحی سفر پر پشاور کے لئے جاتے ہوئے پنجاب ایکسپریس سے ربوہ اشیشین پر اتر کر اپنے کلاس فیلو قادیانی طلباء سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ قادیانیوں کا اس زمانہ میں معمول تھا کہ وہ ربوہ سے تمام گزرنے والی ٹریوں پر مسافروں میں اپنا تینسی لڑچکر تقسیم کیا کرتے تھے۔ اس روز ان طلباء میں بھی انہوں نے لڑچکر تقسیم کیا اس سے قبل طلباء کا نیشنل میڈیکل کالج ملتان میں انتخاب ہوا تھا۔ ایک قادیانی اس میں امیدوار تھا۔ مسلمان طلباء نے قادیانیت کی بنیاد پر اس کی مخالفت کی تھی۔ قادیانیت کے خلاف مسلمان طلباء کی ذہن سازی تھی۔ اس لئے اس دن قادیانی لڑچکر کے تقسیم ہوتے ہی مسلمان طلباء بھڑکے۔ قادیانیوں نے بھی ان کی جرات رندانہ کا شدید لوٹس لیا۔ قریب کے گراؤنڈ میں قادیانی نوجوان کھیل رہے تھے ان کو اطلاع ملی وہ ہاکیوں سمیت اشیشین پر آدھیکے مسلمان طلباء بھی برہم، تو تکرانہ تک معاملہ پہنچا، خدا کا شکر ہے ٹرین روانہ ہو گئی اور کوئی حادثہ نہ ہوا اور تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا قادیانیوں نے لڑکوں پر سی آئی ڈی لگادی، ان کے پروگرام کا معلوم کیا۔ اور ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ ہفتہ کے بعد جب وہ اسی ٹرین سے واپس ہوئے تو سرگودھا سے ہی ان کے ڈبے

اطلاع دی۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے کراچی حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کو جو اس وقت عالی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزی تھے اور خانقاہ سراپہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو جو اس وقت نائب امیر تھے اطلاع دی۔ سارا دن فون کے ذریعے مولانا محمد شریف جالندھری ملک بھر میں اطلاع کرتے رہے اور تحریک کے لئے احباب کو اپنے مشوروں سے نوازتے رہے، حالات قادیانیت کے متعلق پہلے سے ہی تحریک کے متقاضی تھے۔ یہ خبر بجلی کا کام دے گئی۔

شام کو انجیام میں پریس کانفرنس ہوئی جس میں مولانا مفتی زین العابدین، مولانا فقیر محمد، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، صاحبزادہ سید افتخار الحسن، مولانا فضل رسول حیدر، مولانا محمد صدیق، مولانا اللہ وسایا اور دوسرے رہنماء موجود تھے۔ اخباری نمائندوں کے سامنے پوری تفصیلات بیان کیں اور دوسرے روز فیصل آباد شہر میں ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ لاہور، کراچی، بہاولپور، کوئٹہ، حیدرآباد، سکھر، پشاور، راولپنڈی کے علماء سے مشوروں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ان سے رابطہ کر کے تحریک کا آغاز کیا جائے گا۔ شہر کی تمام مساجد کے اسپیکروں اور رکشہ پر اسپیکر باندھ کر شہر میں اگلے روز کی ہڑتال اور جلسہ عام کا اعلان کرایا گیا رات عشاء کے قریب ان امور سے فارغ ہو کر گھر آیا تو آغا شورش کشمیری مرحوم نے ٹیلی فون کیا کہ آپ لوگ کل کیا کر رہے ہیں، میں نے ساری تفصیلات بتائیں۔

آغا مرحوم نے فرمایا کہ کل کے جلسہ عام میں ”قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کریں“ تاکہ عوام کا غصہ حکومت کی بجائے قادیانیت کی طرف ہوا اس لئے کہ پچھلی تحریک میں قادیانیوں نے ہمارا تصادم حکومت سے کرایا تھا اب ہم تصادم بجائے حکومت کے قادیانیوں سے رہے تاکہ پراسن تحریک جاری رکھ سکیں۔ دوسرے روز

آگے جانے دیں میں نے ان سے کہا کہ جسٹس صوبائی حکومت ہمارے یہ مطالبات نہیں مان لیتی اس وقت تک گاڑی آگے نہیں جاسکتی۔

۱- اس سانحہ کی ہائی کورٹ کے جج سے تحقیقات کرائی جائے۔

۲- اس سانحہ میں شریک تمام ملزمان بشمول اسٹیشن ماسٹر قادیانی ربوہ و نشتر آباد کو گرفتار کیا جائے۔

۳- اس سانحہ کے ملزمان کو کڑی سزا دی جائے۔

ڈپٹی کمشنر نے اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ سے چیف سیکریٹری کو فون کیا اور تمام مطالبات ان کو پیش کئے چیف سیکریٹری منٹ منٹ کی کارروائی سے باخبر تھے انہوں نے تمام مطالبات تسلیم کر لئے ڈپٹی کمشنر نے مجھے یقین دلایا کہ آپ کے تینوں مطالبات تسلیم کر لئے گئے ہیں میں نے ریلوے اسٹیشن کی دیوار پر کھڑے ہو کر تقریر کی، طلباء کو مخاطب ہو کر کہا ”بچو! تم ہماری اولاد ہو۔ جگر کے ٹکڑے ہو، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک قادیانیوں سے آپ کے خون کے ایک ایک قطرہ کا حساب نہیں لے لیا جاتا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔“ پریس رپورٹوں نے فونو لئے، زخمی طلباء کو ایئر کنڈیشن کوچ میں منتقل کیا گیا اور ٹرین روانہ ہو گئی، پلیٹ فارم پر ہی شام کے پانچ بجے، انجیام ہوٹل میں پریس کانفرنس اور آئندہ کے پروگرام کا اعلان کرنے کے لئے میں نے پریس والوں کو وقت دے دیا۔ گھر آکر گوجرہ ٹوبہ نیک سنگھ، شورکوٹ، عبدالکیم، مخدوم پور، خانوال اور ملتان جہاں جہاں ٹرین رکتی تھی عالی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کو مظاہرہ کرنے کا سگنل دے دیا۔ چنانچہ جہاں جہاں سے ٹرین گزرتی گئی احتجاجی مظاہرہ ہوا گیا۔

ملتان دفتر میں فون کر کے مولانا محمد شریف جالندھری، لاہور آغا شورش کشمیری اور راولپنڈی مولانا غلام اللہ خان مرحوم کو سانحہ کی

میں شریک ہو گئے اسٹیشن پر اشتعال انگیز نعروں کا یہ عالم کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی مجھے دیکھتے ہی احتجاجی نعروں کا فلک شگاف شور مچا۔ اس عالم میں مسلمان زخمی طلباء کو ٹرین سے اتار۔ ڈاکٹر صاحبان کے مشورہ پر ان طلبہ کو گرم دودھ سے گولیاں دی گئیں زخموں پر مرہم پٹی کی گئی ڈاکٹروں کی اس ٹیم میں ایک قادیانی ڈاکٹر تھا میں نے دیکھا تو سخت پریشان ہوا کہ اگر کسی کو اس کے قادیانی ہونے کا علم ہو گیا تو اس کا میں پرکام تمام ہو جائے گا میں نے اپنے معتمد کے ذریعہ اس کو وہاں سے چٹا کر دیا کہ اگر بد بخت تو رک رہا تو اپنی جان کا خود ذمہ دار ہوگا ابھی اس قضیہ سے میں فارغ ہوا تھا کہ اطلاع ملی کہ فلاں اگلے ڈبہ میں ایک قادیانی کو چھرا مار دیا گیا ہے۔ میں وہاں گیا تو مشتعل جہوم نے اوچھڑ عمر کے فریہ بدن قادیانی کو زخمی کیا ہوا ہے اس کی پٹائی جاری ہے۔ لوگوں نے اسے نکال کر اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں لاکر بند کر دیا۔ اس قادیانی نے مجھے کہا کہ مولانا مجھے بتایا جائے کہ مجھے کس جرم میں مارا گیا ہے میں نے کہا جس جرم میں ربوہ کے قادیانیوں نے ہمارے معصوم مسلمان بچوں کو مارا ہے۔ ان دنوں فیصل آباد کے ڈپٹی کمشنر فرید الدین احمد تھے ان کو فون کر کے بلایا گیا ان کے ہمراہ ایس پی بھی تھے ان کو کہا کہ وہ آکر دیکھیں کہ ہمارے بے گناہ بچوں کو قادیانیوں نے کس بیدردی سے زد و کوب کیا ہے ان افسران نے طلباء سے ملاقات کی اس ڈبہ کو دیکھا جس کے اوپر کے لوہے کے کنڈے مڑے ہوئے تھے۔ جب مرہم پٹی کے عمل سے فارغ ہوئے تو افسران نے کہا کہ اب گاڑی کو آگے جانے دیں۔ ان زخمی طلباء کو یہاں اتار لیا جائے اور ان کا علاج معالجہ کیا جائے ان زخمی طلباء سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہم اسی حالت میں ملتان جائیں گے۔ ہم وہاں نشتر ہسپتال میں علاج کرائیں گے ڈپٹی کمشنر نے دوبارہ کہا کہ اب آپ گاڑی

ہمارے ڈپے کے دروازہ اور کھڑکیوں کو کھٹکتایا، ہم لوگ بیدار ہوئے۔ دروازہ کھولا، تعارف ہوا۔ ہمیں اپنا سلمان ہانڈہ کر بیچنے اترنے کا حکم ملا۔ اسٹیشن سے پیادہ پا تھانہ لالہ موسیٰ لائے سلمان پولیس والوں نے اٹھایا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب زمیں دار ٹاپ انسان ہیں ہر چند کوشش کی کہ یہ بیچ جائیں۔ مگر ان کا مولوی ہونا رکاوٹ بن گیا وہ بھی دھڑلے گئے تھانے سے ہمیں ایک بس میں بٹھا کر رات کوئی ایک بجے کے قریب جہلم کی طرف روانہ کیا گیا۔ آگے بڑی سڑک چھوڑ کر ایک چھوٹی سڑک پر رواں دواں صبح سحری کے وقت ہم ایک دیہاتی تھانہ میں پہنچا دیے گئے۔ بھٹو مرحوم کا دور تھا۔ گرفتار ہونے والوں کے ساتھ عجیب و غریب سائنات پیش آرہے تھے۔ ہزاروں دماس کا شکار بے خبری کے عالم میں وہاں پہنچے۔ حیران تھے کہ شہر کے تھانہ سے دیہات کے بے آباد علاقہ کے تھانہ میں ہمیں کیوں لایا گیا؟ چارپائیاں دی گئیں۔ تھوڑی دیر لیٹے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم نماز کے عمل میں مشغول ہوئے پولیس والوں کی ایک پارک میں انہوں نے ہماری چارپائیاں ڈال دیں۔ ایس ایچ او نے اپنی جیب سے دس روپے دیئے ہمیں چھاپے پلائی گئی ہم نے اپنے طور پر پیسے دینے کی کوشش کی۔ مگر ایس ایچ او صاحب راضی نہ ہوئے۔ اوہرا دھر کی کھٹکو ہوئی ہمارا تعارف ہوا تو وہ کچھ مانوس ہوا۔ ہم نے پوچھا کہ ہم اس وقت کہاں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ تھانہ ڈنگہ ہے۔ گجرات کا ضلع ہے ہم نے پوچھا کہ ہمیں یہاں کیوں لایا گیا۔ انہوں نے خود لاطمی ظاہر کی ہم لوگ لیٹ گئے۔ دوپہر کا وقت ہوا تو ایس ایچ او نے بڑے اہتمام سے کھانا کھلایا کھانا کھا کر پھر لیٹ گئے۔ نماز کے لئے اٹھے ابھی نماز پڑھ کر فارغ نہ ہوئے تھے کہ اطلاع ملی کہ جناب ذوالقرنین ڈپٹی کمشنر، محمد شریف چیمہ ایس پی صاحب آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے

اگر پراپٹی بھی مرزائی کی ہوتی تو اس کے سلمان کو پراپٹی سمیت جلا دیا جاتا۔ اور اگر پراپٹی سلمان کی ہوتی تو صرف سلمان کو بازار میں نکال کر آگ لگائی جاتی۔ آج تک میں اور میرے رفقاء اس سے بے خبر ہیں کہ یہ کون لوگ تھے ایسی ترتیب و حکمت اور منظم کوشش کیونکر اپنائی گئی بعد میں خبر ہوئی کہ قادیانیوں نے ۲۹ مئی سے دو چار دن قبل اپنے کارخانوں اور بڑی بڑی دکانوں کی انشورنس (فسادات کی نذر ہونے کی صورت میں) کرا لیں۔

جس روز ہم فیصل آباد میں جلسہ و جلوس میں مصروف تھے اسی دن آغا شورش کاشمیری، مولانا عبید اللہ انور، نواز بڑا، نصر اللہ خان نے لاہور میں تمام مکاتب فکر کی میٹنگ کی اور اسی طرح کے فیصلے کئے جو ہم فیصل آباد میں کر چکے تھے۔۔۔ ملتان اور راولپنڈی میں تیسرے روز مولانا محمد شریف جالندھری اور مولانا غلام اللہ خاں کو فون کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ فوری طور پر آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس بلایا جائے۔ چنانچہ مولانا سید محمد یوسف بنوری کی طرف سے مولانا محمد شریف جالندھری نے لاہور، ملتان، ساہیوال، فیصل آباد، کوئٹہ، پشاور، کراچی، سرگودھا، گوجرانوالہ اور دیگر شہروں کے علماء کرام کو ۳ جون ۱۹۷۳ء کو میٹنگ کے لئے راولپنڈی نکلنے کی دعوت دی۔

فیصل آباد سے میں، مولانا مفتی زین العابدین، حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا محمد صدیق صاحب راولپنڈی کے لئے تیار ہوئے۔ مولانا محمد صدیق صاحب کار کے ذریعہ اور ہم لوگ ۲ جون کی شام کو پنجاب ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہوئے۔ ٹیلی فون کے ذریعہ تمام تر پروگرام کی اطلاع تھی۔ ہمارے فون ٹیپ ہو رہے تھے۔ گورنمنٹ منٹ منٹ کی کارروائی سے باخبر تھی۔ رات بارہ بجے کے قریب ٹرین لالہ موسیٰ پنچنی تو پولیس کا ایک دستہ اور مجسٹریٹ آدھکے۔

شہر میں مثالی بڑتال اور تاریخ ساز جلسہ عام ہوا۔ پچھری بازار کی جامع مسجد میں علماء کرام کی تقریریں ہوئیں۔ ان کے علاوہ اس جلسہ عام میں ملک احمد سعید اعوان نے بھی شرکت کی جو پیپلز پارٹی فیصل آباد کے صدر تھے انہوں نے بھی دھواں دھار تقریر کی۔ پیپلز پارٹی کی حکومت۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم وزیر اعظم اور ان کی جماعت کے صدر کی یہ تقریر، ہمیں اس سے خوشی ہوئی یہ ملک صاحب کا ذاتی مبارک اقدام تھا پیپلز پارٹی کی پالیسی نہ تھی۔ ان کے ضمیر کی آواز تھی۔

لوگوں نے مطالبہ کیا کہ جلوس نکالا جائے۔ جلسہ ختم کیا جائے۔ احمد سعید اعوان نے عوام کا مطالبہ سنا تو ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے اور پر امن جلوس کی اجازت لے کر آگئے انہوں نے آکر جلوس کا اعلان کر دیا مگر ستم یہ ہوا کہ ڈپٹی کمشنر نے جلوس کی اجازت تو دے دی مگر بازار میں متعین ڈیوٹی افسران کو اجازت کی اطلاع نہ دی وہ پہلی اطلاع کے مطابق جلوس کو روکنے کے پابند تھے۔ جلوس کا اعلان ہوا۔ انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔ جلوس نعرے لگاتا ہوا پچھری بازار میں جوئی داخل ہوا۔ انہوں نے شیڈنگ اور لاطمی چارج کیا۔ ایک شیل میرے بازو پر لگا، میں زخمی ہو گیا دوسرے رہنماؤں کا بھی یہی حال ہوا افزائی کا عالم، چار سو دھواں ہی دھواں۔ اس دھکم پیل میں جلوس نے دھرتا مار لیا اس افسوسناک سانحہ کی ڈپٹی کمشنر کو اطلاع ملی تو انہوں نے تازہ احکامات بھجوائے اور جلوس کو آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔

جلوس مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا جامع مسجد میں میرے خطاب پر انتقام پذیر ہوا۔ مولانا مفتی زین العابدین نے دعا کرائی اور جلوس کو پر امن منتشر ہونے کی ہدایت کی۔

پہلے دن ہی قادیانیوں کے چوراسی مکانات و دکانیں شہر میں جلا دی گئیں اس حساب سے کہ

متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اے کاش آپ وزیر اعظم بھٹو صاحب سے ایک ملاقات کریں اور یہ تمام چیزیں ان کے علم میں لائیں۔ اس لئے کہ اعلیٰ طبقہ مرزائیوں کے ان عقائد و عزائم سے بے خبر ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ کل میں راولپنڈی جا رہا ہوں میری پوری کوشش ہوگی کہ میں وزیر اعظم سے ملوں۔ ایک تو اس طرح دو سرا یہ کہ ہمارے فون ٹیپ ہو رہے تھے تیسرے یہ کہ ہماری رواجی کی اطلاع مقامی۔ سی آئی ڈی نے اعلیٰ حکام تک پہنچادی۔ کسی طرح خورشید حسن میر کو بھی ہماری راولپنڈی آمد کی اطلاع ہوگئی۔ ان دنوں پنڈی کے کمشنر مسعود مفتی تھے جو پہلے فیصل آباد میں ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے میرے ان سے دوستانہ مراسم تھے لیکن خورشید حسن کے دباؤ میں آکر انہوں نے ہدایت کی کہ جو نئی ہم راولپنڈی ڈویژن کی حدود میں داخل ہوں۔ لالہ موسیٰ سے ہمیں گرفتار کر لیا جائے چنانچہ ہمیں گرفتار کر لیا گیا۔ ٹرین راولپنڈی پہنچی تو مولانا غلام اللہ خان کے آدمی ہمیں لینے کے لئے آئے تھے وہ خالی واپس لوٹے تو مولانا نے میرے گھر فون کیا اطلاع ملی کہ وہ تو راولپنڈی کے لئے پنجاب ایکسپریس سے روانہ ہو گئے انہوں نے کہا کہ وہ پہنچے نہیں اب فیصل آباد اور راولپنڈی دونوں جگہ تشویش ہوئی کہ ہوا کیا۔ مولانا غلام اللہ خان معاملہ سمجھ گئے انہوں نے کہا کہ وہ گرفتار ہو گئے۔ یہ خبر فیصل آباد کے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی فیصل آباد کی مقامی مجلس عمل کے رفقاء نے شہر میں بڑتل اور جلسہ عام اگلے دن کرنے کا پروگرام بنالیا ڈی۔ سی صاحب سے میرے رفقاء نے پوچھا انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ ڈی سی صاحب نے کمشنر ڈی آئی جی سے پوچھا جو ابھی فیصل آباد سرکٹ ہاؤس میں مقیم تھے سرگودھا نہ گئے تھے انہوں نے لاعلمی ظاہر کی انہوں نے چیف سیکریٹری سے پوچھا انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ کمشنر صاحب اور ڈی آئی جی نے

نے آپ چاروں حضرات کے گھروں میں پیغام دے دیا ہے کہ آپ خیریت سے ہیں۔

اس سارے ڈرامے کا بعد میں پس منظر معلوم ہوا کہ ریلوے کے وفاقی منسٹر خورشید حسن پر تنقید کرتے ہوئے میں نے اسے مرزائی نوازی تک کا طعن دے دیا۔ یا مرزائی لکھ دیا اس پر وہ بہت جڑ ہوئے۔ اس نے مجھے ایک خط لکھا کہ میرے حلقوں میں بعض لوگ مجھے مرزائی کہہ رہے ہیں۔ اب آپ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہ میرے خلاف ایک سازش ہے جس کا آپ شکار ہو گئے آپ اس کی تردید شائع کریں۔ میں نے جواب میں تحریر کیا کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور علیہ السلام کے بعد دعویٰ نبوت کرنے کے باعث کافر دجال و کذاب لکھ دیں میں آپ کی یہ تردید شائع کر دوں گا۔ اور جو کچھ پہلے ”لولاک“ میں لکھا ہے اس کی بھی معذرت چھاپ دوں گا۔ لیکن ان کا جواب آج تک نہ آیا نہ میں نے تردید کی۔ انہوں نے دل میں ناراضگی رکھ لی۔ کچھ عرصہ بعد ریلوے نے راولپنڈی اور فیصل آباد کے درمیان نئی ٹرین فیصل آباد ایکسپریس چلائی ریلوے کے مقامی حکام نے مشور سناہی رہنا مولانا فقیر محمد کی معرفت اس کی افتتاح کرنے کی استدعا کی۔ میں نے افتتاح کیا۔ فیصلہ کاٹا اخبارات میں خبر اور فونو شائع ہوئے خورشید حسن خبریں اور فونو پڑھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ تو مقامی حکام کی شامت آگئی کہ میں ریلوے منسٹروں میری پیشگی اجازت کے بغیر مولانا تاج محمود صاحب سے افتتاح آپ نے کیوں کرایا۔

جب ہم راولپنڈی جانے کے لئے تیار ہوئے تو ایک دن پہلے میری سرکٹ ہاؤس فیصل آباد میں کمشنر سرگودھا ڈویژن کاظمی صاحب اور ڈی آئی جی میاں عبدالقیوم سے مرزائیت کے عنوان پر بات ہوئی مرزائیت کے کفر و ارتداد تک و شبہ کے حوالے ان کو سنائے وہ بہت حیران اور

ہیں۔ نماز پڑھ کر ہم نے عمداً ”تھوڑی تاخیر کی کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے قحانہ میں لوٹے آپس میں گپ شپ ہوئی۔ اسنے میں دیکھا کہ صحن میں میزکریاں لگائی جا رہی ہیں۔ تازہ پھل، مٹھائیاں چائے کا اہتمام ہو رہا ہے ہم سمجھے کہ پولیس والے ایس پی و ڈی سی صاحب کی خاطر تواضع کے لئے اپنے عمل میں مصروف ہیں۔ ان کی آؤ بھگت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں بلایا گیا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب اور ایس پی صاحب آپ حضرات کو بلاتے ہیں، اب معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ دونوں بڑے تپاک سے ملے۔ ڈولٹرین مجھے ذاتی طور سے جانتے تھے وہ فیصل آباد میں اے۔ ڈی سی جی رہ چکے تھے۔ گفتگو شروع ہوئی دونوں کاروئے سخن میری طرف تھا۔ قبلہ مفتی صاحب و حکیم صاحب بڑی محتاط گفتگو کے دلدادہ ہیں میں ایک دہنگ انسان ہوں اب گئے وہ معافی مانگنے کہ خدا کے لئے آپ ہمیں معاف کر دیں لفظی ہوگئی۔ ہم نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں مذاق کرتے ہیں آپ لوگوں نے ہمیں گرفتار کیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں جناب بس تھوڑی سی لفظی ہوگئی۔ چیف سیکریٹری صاحب نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ جا کر ان سے معافی مانگیں اور سرکاری گاڑی پر راولپنڈی پہنچائیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ نہیں جہلم میں ہمارے دوست ہیں آپ ہمیں وہاں پہنچادیں ہم کوئی مزید آپ سے مراعات نہیں چاہتے۔ ہم نے جہلم پہنچ کر فیصلہ کیا کہ اب راولپنڈی جانا فضول ہے۔ میٹنگ کا وقت گزر گیا ہے۔ جو فیصلے ہوں گے اطلاع ہو جائے گی۔ اب ہمیں فیصل آباد جانا چاہئے۔ حضرت مفتی صاحب کے ایک تعلق والے کے ہاں جہلم میں ٹھہرے تھے کہ جہلم کی ضلعی انتظامیہ کا اعلیٰ آفیسر آیا اور کہا کہ چیف سیکریٹری صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں انہوں نے فون کیا تو چیف سیکریٹری صاحب گئے معذرت کرنے اور کہا کہ ہم

کہا کہ مولانا تاج محمود صاحب تو وزیر اعظم سے ملنے جا رہے تھے۔ چیف سیکریٹری پریشان ہوا کہ اتنے بڑے آدمیوں کو پنجاب گورنمنٹ کی اطلاع و منظوری کے بغیر کیسے گرفتار کیا گیا راولپنڈی ڈویژن کے کمشنر صاحب سے چیف سیکریٹری نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ڈی۔ سی اور ایس پی گجرات نے انہیں گرفتار کیا ہے۔ چیف سیکریٹری نے ہمارے رہائی کے آرڈر کئے۔

لوگوں نے فون کر کے گھر اطلاع دی کہ ہم پنجاب ایکسپریس کے ذریعے کل واپس آرہے ہیں ہماری آمد کی اطلاع سن کر دوسرے روز پورا شہر اسٹیشن پر اٹھ آیا پورے ملک میں تحریک کا زور تھا ہر جگہ ہڑتالیں چلنے جلوسوں کا سلسلہ شروع تھا۔ راولپنڈی ہم نہ جاسکے چونکہ وقت تھوڑا تھا باقی حضرات بھی بہت کم تعداد میں پہنچے اس لیے اس راولپنڈی کی مینٹنگ میں مولانا سید محمد یوسف بنوری نے فیصلہ کیا کہ ۹ جون ۱۹۷۳ء کو لاہور میں اجلاس رکھا جائے اب اس کی تیاری کے لئے صرف ۶ دن باقی تھے اطلاعات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۹ جون ۱۹۷۳ء کو لاہور میں مینٹنگ ہوئی۔ عالی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر اٹھارہ سیاسی و دینی جماعتوں کا اجلاس منعقد ہوا۔ جامع مسجد شیروالہ بلخ میں عوام و خواص مینٹنگ کے فیصلوں کو سننے کے لئے جمع تھے۔ ملک بھر کے اکابر علماء نے اس میں شرکت کی۔

مولانا مفتی محمود، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا خواجہ خان محمد، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا غلام اللہ خان، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا محمد شریف جالندھری، چودھری غلام جیلانی، مولانا عبید اللہ انور، سید مظفر علی شمشی اور دیگر حضرات اس میں شریک تھے اللہ رب العزت نے فضل فرمایا۔ پورے ملک کی اپوزیشن متحد تھی تحریک چلی تو تمام اسمبلی کے ممبران اور اپوزیشن بھی

مجلس عمل میں شریک ہو گئے۔ یوں سوائے پہنچ پارتی کے باقی تمام دینی و سیاسی جماعتوں نے مل کر رحمت دو عالم ﷺ کی وصف خاص عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ ساری صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔ آخر طویل بحث کے بعد شورش کشمیری کی تحریک و تجویز پر (۱) مولانا محمد یوسف بنوری کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا کنوینر بنا گیا۔ (۲) قادیانیوں کے اقتصادی و عمرانی پائیکٹ کا اعلان کیا گیا۔ (۳) ۳ جون کو ملک بھر میں ہڑتال کی اسلامیان پاکستان سے اپیل کی گئی۔ (۴) اور ۱۶ جون کو فیصل آباد میں مجلس عمل کے مستقل انتخاب کا طے ہوا۔

۱ جون کو آغا شورش کشمیری، مولانا سید محمد یوسف بنوری اور دیگر حضرات نے وزیر اعظم بھٹو سے قادیانیت کے مسئلہ پر ملاقات کر کے تبادلہ خیال کیا، مولانا سید محمد یوسف بنوری نے بھٹو صاحب سے کہا کہ وزیر اعظم لیاقت علی خان قادیانیت کا مسئلہ حل کرنا چاہتے تھے مگر وہ شہید ہو گئے، اس پر بھٹو نے کہا کہ آپ مجھے بھی شہید کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ بنوری نے زور سے وزیر اعظم کی میز پر مکہ مار کر فرمایا کہ آپ کے مقدر ایسے کہاں۔ اس پر بھٹو صاحب ششدر رہ گئے۔

۱۳ جون کو تمام ملک میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی حمایت میں ہڑتال ہوئی۔ اتنی بڑی ہڑتال اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی اس ہڑتال کو ریفرنڈم سے تشبیہ دی گئی۔ مسجد وزیر خان لاہور میں جلسہ ہوا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کشمیری، مولانا عبید اللہ انور، سید مظفر علی شمشی، احسان الہی ظہیر اور سید محمود احمد رضوی نے تقریریں کیں۔ سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لئے مسز جسٹس صدیقی کو مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ۳ مئی سے تحقیقات کا آغاز کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے ۱۳ جون کو تقریر کر کے قوم کو عوامی

انتکوں کے متعلق مسئلہ حل کرنے کا ارادہ نہ کیا۔ انہوں نے قومی اسمبلی میں مسئلہ لے جانے کا وعدہ کیا۔ پورے ملک میں قادیانیوں کے پائیکٹ کی موثر تحریک شروع ہو گئی۔

۱۶ جون فیصل آباد کی تاریخ میں ایک عظیم تاریخی دن تھا۔ پورے ملک کی دینی و سیاسی طاقت یہاں پر جمع ہوئی۔ ماڈل ٹاؤن سی میں مجلس عمل کی مینٹنگ مولانا سید محمد یوسف بنوری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا خواجہ خان محمد، سردار میر عالم خان لغاری، بندہ تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالحق، مولانا عبید اللہ انور، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل رسول، مولانا سید محمود احمد رضوی، میاں فضل حق، مولانا عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد اسحاق رحیم، شیخ محمد اشرف، مولانا محمد شریف اشرف، مولانا محمد صدیق، علامہ احسان الہی ظہیر، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا علی ظفر کرار دی، مولانا محمد اسماعیل، سید مظفر علی شمشی، میجر اعجاز رانا، ظفر اللہ خان، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا عبید اللہ انور اور مولانا سید عطاء العنعم بخاری، چوہدری ثناء اللہ، چوہدری صفدر علی رضوی، ملک عبدالغفور انوری، مولانا غلام اللہ خان، سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا غلام علی اوکاڑوی، سید محمود شاہ گجراتی، مفتی سیاح الدین، مولانا محمد چراغ سید نور الحسن بخاری، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا ظلیل احمد قادری، آغا شورش کشمیری، ارباب سکندر خان، امیر زاہد، پروفیسر فخر احمد، چوہدری غلام جیلانی، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اور دوسرے حضرات شریک ہوئے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری صدر قرار پائے۔ ناظم اعلیٰ سید محمود احمد رضوی، ناظم مولانا محمد شریف جالندھری، نائب صدر مولانا عبدالستار خان نیازی، سید مظفر

علی شہی، مولانا عبدالحق، مولانا عبدالواحد، نوازادہ نصر اللہ خان، خازن، میاں فضل حق کو بنایا گیا۔

۲۶ جون کی شام کو فیصل آباد کی تاریخ کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ ملک بھر سے آئے ہوئے مقررین رہنماؤں نے دھواں دھار تقریریں کیں بھٹو صاحب کی ریڈیو، ٹی وی کی تقریر کو ناقابل قبول قرار دے دیا گیا۔ مجلس عمل کے اجلاس کی تمام قراردادوں کو مولانا محمد شریف جالندھری اور پروفیسر غفور احمد نے مرتب کیا پورے ملک میں قادیانیوں کے پانکٹ کی تحریک زوروں پر تھی۔ کراچی سے خیبر تک مسلمان عوام قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو وقف کئے ہوئے تھے۔

۲۷ جون کو سرحد اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی متفقہ سفارشی قرارداد پاس کی۔ ۲۲ جون کو قادیانی مسئلے کے متعلق حکومت نے مری میں اجلاس منعقد کیا اس میں کئی اہم فیصلے کئے گئے جس میں ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا بھی فیصلہ بھی شامل تھا۔ ۲۳ جون کو صالح نواز نے صمدانی کمیشن کے سامنے بیان دے کر مرزائیوں پر بوکھلاہٹ طاری کر دی۔

یکم جولائی سے قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا حزب اقتدار و حزب اختلاف نے متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی قرار دے کر اجلاس شروع کر دیا۔ ربوہ کے مرزائیوں کے پوپ مرزانا ناصر اور لاہوریوں کے مولوی صدر الدین کو قومی اسمبلی میں بلایا گیا۔ انہوں نے اپنا موقف بیان کیا۔ تمام ممبران سوالات لکھ کر بھی بختیار انارنی جنرل کی معرفت ان پر سوالات کرتے تھے۔ مولانا مفتی محمود نے بھی بختیار کی دینی و شرعی امور میں معاونت کی۔

۱۹ جولائی کو مرزانا ناصر صمدانی کمیشن کے سامنے پیش ہوا۔ ہائی کورٹ میں مرزانا ناصر کی پیشی سے قبل اجلاس کو کھلا اور عام کی بجائے بند قرار

دے دیا گیا۔ تمام جماعتوں نے اپنے وکلاء کے ذریعہ اس تحقیقاتی کمیشن میں اپنا فرض ادا کیا۔

۲۰ جولائی کو مرزائی نواز عناصر اور بعض حکومتی ارکان و علماء سونے اپنی ایک لے پانک ایجنسی کو ہزاروں روپے دے کر مولانا سید محمد یوسف بنوری کے خلاف اخبارات میں اشتہارات لگوائے۔ شیخ بنوری کو مشکوک قرار دینے کی بجائے عوام نے حکومت اور مرزائیوں کو مجرم قرار دیا۔ غرضیکہ مرزائی و مرزائی نواز تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے جتنے حربے اختیار کرتے گئے اتنا ہی ان کے خلاف عوام میں اشتہار پھیلتا گیا۔

مرزائیوں نے اپنے عقائد کو توڑ مروڑ کر ایک اخبار میں اشتہار دیا۔ اتنا شدید رد عمل ہوا کہ دوسرے روز اس اخبار نے اپنی طرف سے مرزائیوں کے کفریہ عقائد و ملک دشمن سرگرمیوں پر مشتمل اشتہار شائع کیا۔ مجلس عمل فیصل آباد کی طرف سے بھی مرزائیوں کے عقائد پر مشتمل ایک اشتہار مرزائیوں کے اشتہار کے جواب میں اخبارات میں شائع کر دیا گیا۔ غرضیکہ ہر طرح دشمن کے تمام چھکنڈوں کو فیرو موڑ کر رکھ دیا گیا۔

۲۳ جولائی کو مرزانا ناصر کا اسمبلی میں بیان مکمل ہوا۔

اس پر باقی ارکان تو درکنار پیپلز پارٹی کے غیر جانبدار ارکان اس درجہ برا فروخت تھے کہ انہوں نے مرزانا ناصر پر درشت لہجہ میں جرح کی۔ اس کے بعض گستاخانہ کلمات پر حاضر ارکان نے سخت الفاظ میں اس کو ٹوکا۔ تمام ارکان اسمبلی قادیانیت کے خارج از اسلام ہونے پر متفق ہو گئے۔ مرزائیوں کے قومی اسمبلی میں بیانات کے جواب کے لئے مولانا سید محمد یوسف بنوری کی سربراہی میں مولانا تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق نے "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب مرتب کی، مذہبی حصہ کے لئے مولانا تقی عثمانی کی معاونت مولانا محمد حیات فاتح

قادیان اور مولانا عبدالرحیم اشعر نے کی سیاسی حصہ کے لئے مولانا سمیع الحق کی معاونت مولانا محمد شریف جالندھری اور بندہ تاج محمود نے کی۔ کتاب کا جتنا حصہ مکمل ہوا اتنا رات کو مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چودھری ظہور الہی سن لیتے اس میں ترمیم و اضافہ کر کے مسودہ کتابت کے لئے ملک کے نامور کاتب جناب سید انور حسین نفیس رقم کے سپرد کر دیا جاتا۔ کاتبوں کی ایک ٹیم کے ہمراہ وہ اس کی کتابت کرتے جاتے مختصر وقت میں جامع کتاب تیار کر کے چھپنے کے لئے دیدی گئی اس کے اور تحریک کے تمام تر مصارف مجلس تحفظ ختم نبوت نے برداشت کئے۔

اس سلسلہ میں ایک روز عجیب مسئلہ درپیش آیا۔ مجلس عمل کا ایک خصوصی اجلاس جاری تھا تحریک کے اخراجات کے لئے فنڈ کا مسئلہ زیر بحث آیا چودھری ظہور الہی نے تجویز پیش کی کہ تمام ارکان اور مجلس عمل میں شامل جماعتیں پانچ پانچ ہزار روپے میاں فضل حق خازن کے پاس اخراجات کے لئے جمع کرا دیں۔ مزید اخراجات کے لئے بعد میں غور کر لیا جائے گا۔ مولانا محمد یوسف بنوری نے مجھے اور مولانا محمد شریف جالندھری کو علیحدہ لے جا کر فرمایا کہ تمام جماعتوں نے اپنی ضروریات و اخراجات کے لئے فنڈ کیا ہے ان میں سے کسی نے ختم نبوت کے لئے فنڈ نہیں کیا تو ان کی رقوم کو ختم نبوت پر کیسے خرچ کریں۔ البتہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسی مدد کے لئے فنڈ کیا ہے اس لئے مجلس ہی تمام اخراجات اپنے محفوظ فنڈ سے ادا کرے۔ میں نے اور مولانا محمد شریف نے درخواست کی کہ حضرت ہمارے پاس تو مبلغین و ملازمین، لٹریچر و مجلس کے اخراجات ہیں کہ اگر یہ فنڈ اس پر لگا دیا گیا تو ہمارا پورا کام ٹھپ ہو جائے گا۔ اس وقت شیخ بنوری پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ مخاطب ہو کر ہمیں فرمایا

مکمل ہوئی۔ سات گھنٹے لاہوری مرزائیوں کے سربراہ صدر الدین پر جرح ہوئی۔ قومی اسمبلی کی کارروائی سے ہمارے ارکان مطمئن تھے۔ مگر حکومت گوگو کی کیفیت سے دوچار تھی۔

۲ ستمبر کو شاہی مسجد لاہور میں عظیم الشان تاریخی جلسہ عام منعقد ہوا۔ ملک بھر کے دینی و سماجی اور سیاسی رہنماؤں نے اس جلسہ سے خطاب کیا۔ پورے ملک بالخصوص پنجاب سے عوام کے پر جوش قافلے شریک ہوئے شاہی جامع مسجد لاہور اپنی تمام دستوں کے باوجود ناکافی ثابت ہوئی۔ چاروں طرف سری سر نظر آتے تھے۔ حدنگاہ تک انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس سے قبل بھٹو صاحب بلوچستان گئے۔ تو فورٹ سنڈھین اور کونڈ کے اجتماعات میں عوام نے مرزائیت کے خلاف اتنا اظہارِ نفرت کیا کہ بھٹو صاحب جیسے مضبوط اعصاب کے انسان کا بھی دم گھٹنے لگا۔ گجرات کے ایس پی شریف احمد چیمہ کی بعض حماقتوں کے باعث کھاریاں کے اسی گاؤں ڈنگہ میں دو مسلمان نوجوان غلام نبی اور محمد یوسف پولیس فائرنگ سے شہید ہو گئے۔ مولانا محمد یوسف بنوری کی قیادت میں ملک میں کہیں بھی تحریک کو دم نہ ہونے دیا گیا۔ جوں جوں وقت بڑھتا گیا۔ حکومت اور مرزائیوں کے لئے مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔ ظفر اللہ قادیانی نے بیرونی دباؤ ڈالنے اور بین الاقوامی پریس کے ذریعہ بیان بازی سے حکومت کو جھکانا چاہا لیکن عوام کے بے پناہ جذبہ نے حکومت کو ایسا نہ کرنے دیا۔ غرضیکہ کفر و اسلام دونوں نے اپنے تمام تر وسائل کو میدان کارزار میں جوٹک دیا تھا۔

مجلس عمل نے ۶ ستمبر کو راولپنڈی تعلیم القرآن راجہ بازار میں اپنا اجلاس طلب کیا ہوا تھا۔ ۷ ستمبر کی درمیانی رات کو اسی دارالعلوم کی وسیع و عریض جامع مسجد میں آخری جلسہ عام منعقد ہونے والا تھا۔ اس کے بعد تحریک نے ۷ ستمبر کے

تہذیب کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں اب مسئلہ کو حل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ قومی اسمبلی میں مسئلہ لپکا کر بھٹو صاحب ایک آئینی راہ اختیار کر کے ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ آئین کی بالادستی کے قائل ہیں۔ وہ تھا بھی اس کی پوری ذمہ داری بھی اپنے سر لینے کے لئے آمادہ نہ تھے مولانا مفتی محمود مرحوم نے قومی اسمبلی میں "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب پڑھی۔ تمام ارکان اسمبلی میں اسے تقسیم کیا گیا مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی طرف سے قادیانیوں اور لاہوریوں کے جواب میں مواد جمع کر کے شائع کر دیا اور اسمبلی میں اسے پڑھا۔ اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ ان ساری کوششوں کے بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔

ممبران اسمبلی پر پہلے رواداری کا بھوت سوا تھا۔ مرزا ناصر نے جب جرح کے دوران تسلیم کیا کہ وہ لوگ جو مرزا کو نہیں مانتے ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں تو اس سے ممبران اسمبلی کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو ہم کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ امت کا موقف جب پیش کیا گیا تو ان ممبران کے سامنے مرزائیت کا کفر اہم شرح ہو گیا۔

حکومت اور مجلس عمل نے کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل کی۔ مجلس عمل کی طرف سے مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد اور چوہدری ظہور انہی حکومت کی طرف سے عبدالغنیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی اور سیکریٹری افضل چیمہ اس کے ممبران مقرر ہوئے۔ اس کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔

کمیٹی کے سرکاری ارکان لمبا کرو اور ڈکٹو کی پالیسی پر گامزن تھے۔ ان کی نال مثل کی کیفیت نے بحرانی شکل اختیار کر لی۔ قومی اسمبلی کے فیصلے کے لئے ۷ ستمبر کی تاریخ کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا۔

۲۵ اگست کو مرزا ناصر پر گیارہ روز جرح

کہ "مولانا صاحبان جو مجلس کے پاس ہے وہ بازار بے رنج کریں آئندہ کے اخراجات کے لئے فکر نہ کریں۔ یوسف بنوری کا ہاتھ خدا تعالیٰ کے خزانوں میں ہے جتنی ضرورت ہوگی خدا تعالیٰ کے خزانہ سے نکال لوں گا۔" اس پر ہم آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ تحریک کے تمام اخراجات مجلس نے برداشت کئے۔

مجلس عمل کی قادیانیوں کے خلاف پابندی کی تحریک نے مرزائیت کی کمر توڑ دی۔ ان پر بوکھاٹ جاری ہو گئی۔ کئی مرزائی مسلمان ہوئے۔ اخبارات میں مرزائیت سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔ بعض جگہ کچھ مسلمان مرزائیوں کی فائرنگ سے شہید ہوئے۔ مرزائیوں کی اشتعال انگیز حرکتوں کا رد عمل مرزائیوں کے احتساب کے لئے مزید سخت ہوا گیا۔ تحریک جاری رہی ملک بھر کے تمام مکاتب فکر نے اپنی ہمت و توفیق کے مطابق تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے گرانقدر خدمات سر انجام دیں سعودی عرب کی بعض اہم شخصیات نے حکومت کو مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مشورہ دیا۔ مصر کے جامعہ ازہر کے شیوخ نے مرزائیوں کے پابندی کو واجب قرار دے دیا اس سے رائے عامہ مزید پختہ ہو گئی۔ تحریک کو بے حد فائدہ پہنچا۔ بھٹو حکومت کا بھی تحریک کے بارے میں مناسب رویہ تھا۔ اکا دکا واقعات کے علاوہ کہیں تحریک نے خطرناک شکل اختیار نہ کی۔ پراسن جدوجہد کو مرزائی تشدد کی راہ پر ڈالنے میں ناکام رہے۔ البتہ حکومت نے فوری مطالبہ ماننے کی بجائے طویل المیاد اسکیم تیار کی۔ اس سے وہ عوام کے حوصلہ کا امتحان یا اپنی گلو خلاصی کی شکل نکالنا چاہتے تھے۔ بعض جگہ گرفتاریاں، بعض جگہ لاشی چارج و اشک آور تیس استعمال ہوئی، لیکن مجموعی طور پر حالات کنٹرول میں رہے۔ حکومت نے اندازہ لگایا کہ مسلمان حضور علیہ السلام کی عزت و ناموس کے

مفتی زین العابدین، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر، میاں فضل حق اور بندہ آج محمود شریک ہوئے۔ میں نے یہ تینوں واقعات گوش گزار کئے۔ نوابزادہ نصر اللہ خان نے میری معلومات کی تصدیق کرتے ہوئے لاہور میں فوج کی پوزیشن سنبھالنے کے چشم دید واقعات بیان کئے۔ مجلس پر سانا طاری رہا۔ چودھری ظہور الہی نے ناموشی توڑتے ہوئے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حکومت ہمارے مطالبات مان لے گی اور آج ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ہماری معلومات کے خلاف ان کی یہ بات ہمارے لئے اچنبہ معلوم ہوئی، دوستوں نے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا شواہد ہیں۔ اس پر چودھری صاحب نے کہا کہ کل مسز بدرانا نیکے وزیر اعظم سرئی لکا پاکستان کے دورہ پر آئی تھیں۔ ان کے اعزاز میں بھٹو صاحب نے ضیافت دی۔ تمام اپوزیشن رہنماؤں کو بلایا گیا۔ کھانے کی میز پر تمام کے ناموں کی چٹنیں لگی ہوئی تھیں۔ کوئی اپوزیشن رہنما اس میں شریک نہ ہوا۔ اتفاق سے میں چلا گیا۔ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو مسز بدرانا کے اور وزیر اعظم بھٹو صاحب دونوں بیرونی گیٹ کے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ ہر جانے والے کو الوداع کہہ رہے تھے میں اس روش پر چلتا ہوا بھٹو صاحب کے قریب پہنچا تو میرا دل ان سے ملاقات کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ راستہ چھوڑ کر پھاٹ سے گزر کر گیٹ کے ایک سائیڈ سے گزرتا چلا۔ بھٹو صاحب نے مجھے فوراً آواز دی ظہور الہی مل کر جاؤ چھپ کر کیوں جا رہے ہو۔ میں واپس لوٹ کر بھٹو صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے کہا کہ چودھری ظہور الہی تمہیں کیا ہو گیا ہے تو میرا جانی دوست تھا۔ میں نے تیرا کیا باگاڑا ہے کہ تو میرا سخت مخالف ہو گیا ہے۔ اتنے میں لاء سیکرٹری افضل چیمہ آگئے۔ بھٹو صاحب نے ان کو کہا کہ چیمہ صاحب آپ ظہور الہی کو سمجھائیں اس کو کیا ہو گیا ہے۔ آج کا میرا دونوں کا دوست تھا خدا اچانے

نبوت میں مزید شدت آنے والی ہے اسے سختی سے کچل دیا جائے۔ ایک اے ایس آئی کو بھی گولی چلانے اور بغیر نوٹس دیئے، کسی مکان میں داخل ہونے تلاشی لینے، جس کو مناسب سمجھے گرفتار کرنے کے اختیار ہوں گے اس چٹھی کا فونو اسٹیٹ مرزائی جماعت کے امیر کو اور اصل چٹھی کو ڈی سی آفس کے اسٹاف روم میں میز کے نیچے ڈال دیا۔ اسی روز اس مرزائی کے علاوہ ایک مسلمان کلرک نے بھی کچھ ڈاک کھولی تھی، کچھ دیر بعد تیسرے کلرک کی میز کے نیچے سے اس چٹھی پر کسی کی نظر پڑ گئی۔ اسے اٹھایا گیا تو اس کی سیل ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس صورت حال سے تمام کلرک پریشان ہو گئے کہ یہ چٹھی کیوں کھولی گئی، کس نے کھولی اس لئے کہ اسے تو ضابطہ کے مطابق ڈی سی صاحب سامنے کھولنا تھا۔ معاملہ سنگین تھا۔ ڈی سی صاحب کے نوٹس میں لایا گیا انہوں نے مسلمان کلرک اللہ رکھا کو معطل کر دیا۔ سپرنٹنڈنٹ ڈی سی آفس مسلمان اور سمجھ دار شخص تھا۔ اس نے کہا کہ یہ دیکھا جائے کہ کھولنے سے قبل لفافے کے کونہ پر کس کے دستخط ہیں۔ اس لئے کہ ڈی سی آفس کی ڈاک کھولنے سے پہلے ہر لفافہ پر کھولنے والا اپنے دستخط کرتا ہے جب وہ دستخط دیکھے گئے تو وہ مرزائی کلرک کے تھے اللہ رکھا مسلمان کلرک بحال ہو گیا۔ اور مرزائی کلرک کو معافی مانگنے پر معاف کر دیا گیا۔ اس چٹھی اور پورے ملک میں حکومت پولیس و فون کے عمل سے مرزائیوں نے اندازہ لگا لیا کہ تحریک کھلی جائے گی اس لئے انہوں نے خطوط لکھے۔

۶ ستمبر کی صبح گورنمنٹ ایم این اے ہاسٹل میں مولانا مفتی محمود کے کمرہ میں مجلس عمل کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چودھری ظہور الہی، امیرزادہ خان عبد الولی خان، نوابزادہ نصر اللہ خان

بعد تاریخ اختیار کرنا تھا۔ ۵ ستمبر رات کے آخری حصہ میں راولپنڈی کے لئے میں روانہ ہوا۔ پلیٹ فارم کے قریب سے گزرا کوئی ۳ بجے کا عمل ہو گا۔ اس وقت فوجی مال گاڑیوں کے ڈبوں سے ٹینک توپ بردار گاڑیاں اور اسلحہ اتار رہے تھے فوج کی مسلح آمد اور اس تیاری کے تصور دیکھ کر میں بھانپ گیا کہ یہ سب کچھ ۷ ستمبر کے بعد تحریک کو کھینچنے کے لئے ہے۔

دوسری بات جو میرے نوٹس میں آئی وہ یہ تھی کہ ۳۵ ستمبر کو مرزائیوں نے ملک بھر کی فون کی ڈائریکٹریوں سے پتہ چات لے کر مرزا قادیانی کی صداقت کے دلائل اور اسے قبول کرنے کی دعوت پر مشتمل خطوط ارسال کئے۔ ۶ ستمبر کو چٹھی تھی۔ مرزائیوں کا خیال تھا کہ ۷ ستمبر کو جب یہ ڈاک مسلمانوں کو ملے گی اس وقت تحریک کے رہنماؤں کی لاشیں سڑکوں پر ہوں گی۔ تحریک کھلی جا چکی ہوگی۔ قوم کے حوصلے پست ہوں گے مرزائی صداقت کا یہ خط ایک عظیم پیش گوئی کا کام دے جائے گا۔

تیسرا یہ کہ ۳۴ ستمبر کو ڈی سی فیصل آباد آفس میں ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ جس کی اطلاع اسی دن شام کو مجھے مل گئی تھی۔ وہ یہ کہ مرکزی حکومت کی طرف سے ایک سربراہ لفافہ جس پر ٹاپ سیکریٹ لکھا تھا، موصول ہوا۔ اتفاق سے جس کلرک نے اس دن ڈاک کھولی وہ مرزائی تھا۔ اس نے یہ لفافہ دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہ چٹھی ڈی سی صاحب کے نام مرکزی حکومت کی طرف سے تحریک ختم نبوت کے متعلق تازہ ہدایات پر مشتمل ہوگی۔ چوری چوری اس لفافہ کو اس نے کھول لیا اور اس کی باہر سے فونو اسٹیٹ کا پی کرائی اور امیر جماعت مرزائیہ فیصل آباد کو مہیا کر دی۔ واقعی وہ چٹھی تحریک ختم نبوت کے متعلق تھی جس میں صوبائی ڈویژنل اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایات بھیجی گئی تھیں کہ ۷ ستمبر کے بعد جو تحریک ختم

میں نے اس کا کیا تصور کیا ہے کہ اب یہ مجھے جلوسوں اور جلسوں میں گالیاں دیتا ہے۔ میری سی آئی ڈی کی رپورٹ یہ ہے کہ یہ اگر گھر پر ہو اور کوئی مخاطب نہ ہو تو بھی مجھے گالیاں دیتا رہتا ہے۔ چوہدری ظہور الہی صاحب نے کہا کہ جناب ایسا نہیں ہے آپ کے ہمارے اصولی اختلافات ہیں ہم اخلاص اور نیک نیتی سے آپ پر تنقید کرتے ہیں اب ختم نبوت کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے اسے حل کیجئے اور قوم کے ہیرو بن جائیے۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ اگر میں ۱۴ جون کو (ملک گیر ہڑتال کے دن) لاہور کی تقریر کے دن اس مسئلہ کو مان لیتا تو ہیرو بن سکتا تھا لیکن بعد از خرابی بسیار مسئلہ ماننے سے ہیرو کیسے بن سکتا ہوں۔ افضل چیمہ نے کہا کہ بھٹو صاحب باقی علماء کو تو مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر اتنا اصرار نہیں ہے البتہ چوہدری ظہور الہی صاحب بڑا اصرار کر رہے ہیں اترا ہا ہے اور ضد کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ بھٹو صاحب یہ چیمہ صاحب آپ کے سامنے اپنے نمبر بنا رہے ہیں۔ میں ضد نہیں کر رہا۔ علماء کرام کا اپنا موقف ہے وہ میرے تابع نہیں ہیں ایک دینی موقف اور شرعی امر پر علماء کرام کو یوں مطعون کرنا چیمہ صاحب کے لئے مناسب نہیں ہے اور صرف علماء کرام نہیں بلکہ اس وقت تمام اسلامیان پاکستان اس مسئلہ کو حل کرانے کے لئے سراپا تحریک بنے ہوئے ہیں۔ دنیائے اسلام کی نگاہیں اس مسئلہ کے لئے آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ دنیائے عالم کے مسلمان اس مسئلہ کا مثبت حل چاہتے ہیں۔ اسے صرف مولویوں کا مسئلہ کہہ کر چیمہ صاحب آپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ علماء کرام قطعاً اس مسئلہ میں کسی بھی قسم کی معمولی سی لچک پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں آپ اس بارے میں علماء کرام سے خود دریافت کر لیں بلکہ میں ایسے عالم دین کا نام بتاتا ہوں جو آپ کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں آپ ان سے پوچھ لیں کہ مسئلہ ختم نبوت فروری

امر ہے یا دین کا بنیادی مسئلہ ہے اس کا تحفظ کرنا مسلمان حکومت کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔ بھٹو صاحب نے کہا کون سے عالم دین۔ میں نے کہا مولانا ظفر احمد انصاری۔ آپ ان سے پوچھ لیں اگر وہ ختم نبوت کے مسئلہ کو فروری مسئلہ سمجھتے ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم تحریک سے لا تعلق ہو جائیں گے۔ بھٹو صاحب نے چیمہ صاحب کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ مجھے (ظہور الہی) ساتھ لے کر مولانا ظفر احمد انصاری سے ملیں اور ان کا موقف معلوم کریں۔ چنانچہ اب وقت ہو گیا ہے چیمہ صاحب میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہم دونوں نے مولانا ظفر احمد انصاری سے ملنا ہے مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف چیمہ صاحب اور مولانا ظفر احمد انصاری سے اچھے تعلقات تھے۔ چیمہ صاحب تو ویسے بھی فیصل آباد کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ طے ہوا کہ یہ دونوں حضرات بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ چوہدری ظہور الہی، افضل چیمہ، حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا ظفر احمد انصاری کی طویل گفتگو ہوئی۔ مولانا ظفر احمد انصاری نے صراحتاً فرمایا کہ ختم نبوت کا سلسلہ دین کا بنیادی مسئلہ ہے اس کو فروری مسئلہ قرار دینا غلط ہے۔ حقیقت میں خود افضل چیمہ اس مسئلہ میں ضد کر رہے تھے۔ تمام حضرات کی گرفت سے چیمہ صاحب زچ ہو گئے تو ہاتھ جھٹک کر کہا کہ اگر آپ لوگ ملک کی جڑیں اس طرح کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے جو چاہے کر جائیے بہر حال مولانا ظفر احمد انصاری کی ملاقات کی رپورٹ بھٹو صاحب کو دی گئی۔

اس کے بعد قومی اسمبلی کے دفاتر میں سب کمیٹی کا اجلاس تھا۔ ظہور الہی، مولانا مفتی محمود، پروفیسر غفور، مولانا شاہ احمد نورانی، حفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی، افضل چیمہ شریک ہوئے۔ اجلاس میں جاتے وقت مولانا مفتی محمود نے ہمیں

عکم فرمایا کہ آپ لوگ چل کر راجہ بازار میں مجلس عمل کی میٹنگ کریں۔ میں نے مفتی محمود صاحب سے استدعا کی کہ سب کمیٹی کی مثبت یا منفی جو بھی کارروائی ہو ہمیں حکومت کے رویہ سے ضرور باخبر رکھیں تاکہ اس کی روشنی میں ہم مجلس عمل میں اپنی پالیسی طے کر سکیں۔ دارالعلوم میں میٹنگ شروع ہوئی آغا شورش کاشمیری کی صحت ناساز تھی وہ میٹنگ میں لیٹ شریک ہوئے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ سید مظفر علی شمس، سید محمود احمد رضوی، مولانا خواجہ خان محمد صاحب، مولانا محمد شریف جالندھری، سردار میر عالم خان لغاری، بندہ تاج محمود، مفتی زین العابدین، حکیم عبدالرحیم اشرف، علی غضنفر کراروی، مولانا غلام اللہ خان مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا احسان الہی ظہیر، مولانا عبید اللہ انور، نوابزادہ نصر اللہ خان، خان محمد زمان خان اپکنزی، مولانا محمد علی رضوی، مولانا عبدالرحمان جامعہ اشرفیہ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر اور دوسرے کئی حضرات شریک اجلاس ہوئے۔ پوری مجلس عمل اس پر غور کر رہی تھی کہ اگر حکومت مطالبات تسلیم نہ کرے تو پھر ہمیں تحریک کو کن خطوط پر چلانا ہوگا۔ اور اب مرزائیوں سے زیادہ حکومت سے مقابلہ ہوگا۔ سبھی حضرات تحفظ ناموس ختم نبوت کے لئے جان کی بازی لگانے پر تیار تھے اتنے میں مولانا مفتی محمود صاحب کا فون آیا کہ حالات پر امید ہیں توقع ہے کہ سب کمیٹی کسی متفقہ مسودہ پر کامیاب ہو جائے گی۔ حفیظ پیرزادہ نے بھٹو صاحب کو فون کر کے سب کمیٹی کی کارروائی سے باخبر کیا بھٹو صاحب نے تمام اراکین کمیٹی کو اپنے ہاں طلب کیا۔ تھوڑی دیر گفتگو ہوئی بھٹو صاحب نے تمام کا موقف سنا اور کہا کہ اب مزید وقت ضائع نہ کریں رات بارہ بجے دوبارہ اجلاس ہوگا آپ تمام حضرات تشریف لائیں۔ اس وقت دو ٹوک فیصلہ

کریں گے ہم لوگ اپنی مینٹگ سے فارغ ہوئے امید ویاس کی کیفیت طاری تھی۔ میں سخت پریشان تھا بھٹو صاحب جیسے چالاک آدمی سے پالا پڑا تھا۔ کسی وقت بھی وہ جھکا دے کر تحریک کو کچلنے کا فیصلہ کر سکتے تھے تمام حالات ہمارے سامنے تھے۔ میں انتہائی پریشانی کے عالم میں مولانا محمد رمضان علوی کے گھر گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر فیصلہ صحیح نہ ہو تو میری جان نکل جائے گی ان کے ہاں کروٹیں بدلتے وقت گزارا۔ رات کو راجہ بازار کی جامع مسجد میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ مقررین نے بڑی گرم تقریریں کیں۔ ہجوم آتش فشاں پہاڑ کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا۔ اعلان کیا گیا کہ کل اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو راجہ بازار میں شہیدان ختم نبوت کی لاشوں کا انبار ہوگا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا جلسہ کی تقریروں میں شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی بھٹو صاحب جلسہ کی ایک ایک منٹ کی کارروائی سے باخبر تھے۔ تمام حالات ان کے سامنے تھے رات بارہ بجے حسب پروگرام بھٹو صاحب کی صدارت میں کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ چنڑی میں جلسہ ہو رہا تھا۔ اسلام آباد میں مینٹگ ہو رہی تھی ڈیڑھ بجے کے قریب مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی پروفیسر غفور احمد اور چوہدری ظہور الہی ڈیڑھ گھنٹہ کے مذاکرات کے بعد جلسہ میں تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمود صاحب نے اسٹیج پر چڑھنے سے قبل مجھے اشارہ سے بلوایا اور فرمایا مبارک ہو کل آپ کی انشاء اللہ العزیز جیت ہو جائے گی۔ لیکن اس کا ابھی افشاء کریں کہ حکومت کا اظہار نہیں ہے۔ میں اسٹیج پر آیا شیخ بنوری کے کھن میں کہا کہ افشاء کریں لیکن آپ کو مبارک ہو۔ شیخ بنوری کے منہ سے بے ساختہ زور سے نکلا۔ الحمد للہ جس سے اکثر لوگ میری سرگوشی اور مولانا کے الحمد للہ کا مطلب سمجھ گئے۔ بھٹو صاحب بڑے ذہین آدمی تھے۔ وہ پہلے سے فیصلہ دل میں کئے ہوئے تھے کہ مسئلہ کو عوام

کی خواہشات کے مطابق حل کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیں گے۔ لیکن وہ اس مسئلہ کی مشکلات اور رکاوٹوں سے باخبر تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اس طرح جلدی سے فیصلہ کرنے سے امریکہ، برطانیہ، فرانس، مغربی جرمنی کی حکومتیں بھڑ پر زبردست دباؤ ڈالیں گی اس نے ہر زاویہ کو کما کہ آپ لوگ گھر جا کر آرام کریں کل ایک دن میں قومی اسمبلی ایوان بالا دونوں سے متفقہ قرارداد منظور کراؤں گا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں اور ان کا نام غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کر دیا جائے گا۔ صوبائی ڈیویژنل ضلعی انتظامیہ کو تحریک کو کچلنے کی ہدایت، فوج کا اسلحہ سمیت شہروں میں متعین یہ محض مرزائی و مرزائی نواز طاقتوں کی توجہ کو دوسری طرف پھیرنے کے لئے تھا۔

اللہ رب العزت نے فضل فرمایا اور ۷ ستمبر شام کو قومی اسمبلی و سینٹ نے متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا یوں یہ جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ کفر ہار گیا۔

ایک دفعہ امام غزالیؒ کی مجلس میں لوگ انسانی کارناموں پر بڑی پر جوش بحث کر رہے تھے کوئی فاقعین کو بڑا ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو کوئی دانائی و حکمت کو انسان کا سب سے بڑا کارنامہ بتا رہا تھا۔ امام صاحب کلنی دیر تک خاموشی سے ان کی باتیں سنتے رہے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے امام صاحب سے درخواست کی کہ وہ بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ امام صاحب نے کہا۔ ”تم لوگ زیر

اسلام جیت گیا ختم نبوت کا بول بالا ہوا۔ اس کے منکرین کا منہ کالا ہوا۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ حق سر بلند ہوتا ہے نہ کہ پست، شام کو ریڈیو بی وی دوسرے دن اخبارات کے ذریعہ قوم کو جب اس خبر کی اطلاع ہوئی تو وہ خوشی سے دیوانے ہو گئے کسی کا اگر فوت شدہ باپ زندہ ہو جائے تو اسے اتنی خوشی نہ ہوگی جتنی اس مسئلہ ختم نبوت کے حل پر ہوئی۔

سچ ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ مجھے عزیز نہ سمجھے اس حدیث پر عمل کر کے تحریک ختم نبوت میں مسلمان قوم نے ثابت کر دیا کہ فخر عالم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت ہی کامل ایمان کی نشانی ہے مانج و تخت ختم نبوت زندہ باد۔ مرزائیت مردہ باد۔



بحث مسئلہ کے حل کی تلاش میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ حالانکہ انسان جو سب سے بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے وہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔“ سب نے حیران ہو کر بیک آواز پوچھا ”کون سی چیز؟“ امام غزالی نے جواب دیا۔ ”انسان کا اگر کوئی کارنامہ سب سے بڑا ہو سکتا ہے تو یہ کہ انسان اپنے دل اور زبان کو قابو میں رکھے۔ اور یہ کارنامہ بہت کم لوگ سرانجام دے سکتے ہیں۔“

صرف بازار میں سونے کی قدیم دکان

صرف حاجی صدیق اینڈ برادرز

اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں

کنڈن اسٹریٹ سرفاہ بازار کراچی
فون نمبر: ۳۴۵۸۰۳



قادیانی اپنے مذہب کے الگ شمار ایجاد کریں

— عدالت عظمیٰ پاکستان کے جسٹس عبدالقادر جوہری کا تاریخی فیصلہ —

نوافل دو گناہ ادا کرنے، بچوں میں شرمیلی اور غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کرنے، جلے کرنے اور گزشتہ ۱۰۰ برسوں میں ہونے والی عنایات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ دعویٰ کیا گیا کہ یہ تمام سرگرمیاں ایسی تھیں جن کی ۱۹۷۳ء کے دستور میں ضمانت دی گئی ہے اور آرٹیکل ۲۰ میں شامل بنیادی حق کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس لئے متنازعہ حکم غیر قانونی ہے۔ مزید کہا گیا کہ متنازعہ حکم جاری کرنے کے لئے دفعہ ۱۳۴ کے اجراءے ترکیبی میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ ایبل کنڈگان میں سے ایک نے جسے کلمہ طیبہ کالج لگانے اور اذان دینے پر زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی سزا دی گئی تھی۔ علیحدہ رٹ دائر کی تھی۔ تعزیرات پاکستان میں ۲۹۸۔ بی اور ۲۹۸۔ سی کا اضافہ ۱۹۸۳ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت کیا گیا ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج نے کی۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں دوران سماعت اٹھائے گئے قانونی و دستوری سوالوں کا پوری طرح جائزہ لیا اور انتہائی متوازن فیصلہ سنایا۔ ہم اس بات کی دل سے قدر کرتے ہیں کہ فاضل جج نے اس معاملے میں ان ججوں کے صادر کردہ فیصلوں پر انحصار کیا جو یا تو سیکورٹریز یا انسانی حقوق کے چیئرمین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عدالت میں لایا گیا معاملہ بلاشبہ بہت ہی

کرنا اور دیواروں پر اشتادات لکھنا ۸۔ مخاطبوں کی تقسیم اور غریبوں کو کھانا کھلانا ۹۔ کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل یا مجروح کرنے کا سبب بنے۔ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ جن معمولات پر پابندی لگائی گئی، وہ ایسی سرگرمیاں تھیں جنہیں اعلیٰ انجام دینا تھا یا لوگوں کے رد عمل کو مد نظر رکھ کر ایسا کیا گیا تاکہ امن عامہ میں نقص نہ پڑے اور امن و امان برقرار رہے۔

روہ کے ریڈیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ برادری کو مطلع کیا کہ وہ آرائشی دروازے بنالیں۔ بینرز اور روشنیاں اتار لیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہاد نہیں لکھے جائیں گے۔ اس نے مزید مطلع کیا کہ ۲۱ مارچ کے حکم نامہ میں شامل پابندیوں میں تاہم ثانی توسیع کر دی گئی ہے۔

ایبل کنڈگان نے محولہ بالا احکام کو بذریعہ رٹ پنشنس نمبر ۸۹/۲۰۸۹ چیلنج کر دیا اور اس امر کا فیصلہ صادر کرنے کی استدعا کی کہ انہیں اپنی برادری کے گزشتہ ۱۰۰ برسوں کے اہم واقعات کی یاد تازہ کرنے اور شایان شان طریقہ سے حد سالہ جشن منانے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکے۔ رٹ میں کہا گیا کہ انہوں نے ایسی تقریبات منانے کے لئے نئے لباس پہننے، اٹھارہ تشر کے لئے

ان ایبلوں کے حقائق، مجوزہ فیصلے میں بڑی تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں، اس لئے میں انہیں دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاں تک موجودہ ایبل کا تعلق ہے۔ وہ حقائق جو اس کارروائی کا سبب بنے، اس طرح ہیں کہ ایبل کنڈگان احمدیہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں (جنہیں قادیانی بھی کہا جاتا ہے) جو کہ ایک غیر مسلم مذہبی فرقہ ہے۔ احمدیوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو دنیا بھر میں شایان شان طریقہ سے اپنے مذہب کی ۱۰۰ سالہ سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان تقریبات کا آغاز ۲۳ مارچ سے ہونا تھا۔

۲۰ مارچ ۸۹ء کو ہوم سیکریٹری حکومت پنجاب نے دفعہ ۱۳۴ ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم نافذ کیا جس کی رو سے صوبہ پنجاب میں قادیانیوں کے جشن منانے پر پابندی لگادی گئی۔ ۲۱ مارچ ۸۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہنگ نے بھی ایک حکم کے ذریعے ضلع بھر کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

۱۔ غارتوں اور احاطوں پر چرنا
۲۔ آرائشی دروازوں کی تھیب و تعمیر
۳۔ جلوس نکالنا اور جلے منعقد کرنا
۴۔ لاؤڈ اسپیکر اور میکانوں کا استعمال
۵۔ نعرے لگانا

۶۔ بیچوں، ہمنڈیوں اور بیروں وغیرہ کی نمائش
۷۔ ہنگوں کی تقسیم، دیواروں پر پوسٹر چسپاں

ممنوع ہے۔ سب سے اہم اصول یہ ہے کہ ایسے نام کا اندراج نہیں کیا جائے گا۔ جو پہلے سے موجود کسی کمپنی کے نام سے ملتا جلتا ہو، ان احکام کا بڑا سختی کے ساتھ اطلاق ہوتا رہا ہے جنہیں کسی عدالت قانونی یا پارلیمنٹ میں ہرگز چیلنج نہیں کیا گیا۔

بھارت کے کمپنی لاکٹو ۲۰ دفعہ میں بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ کسی کمپنی کو ایسے نام سے رجسٹرڈ نہیں کیا جائے گا جو حکومت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس نام کی کوئی کمپنی پہلے سے رجسٹرڈ کی جا چکی ہو۔ بھارتی دستور میں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے گئے ہیں، جیسے ہمارے آئین میں درج ہیں۔ لیکن ہم نے کسی عدالت کا ایک بھی فیصلہ ایسا نہیں دیکھا جس میں ایسی پابندی کو ان حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہو۔

تجارتی و کاروباری ناموں اور نشانات کے تحفظ کے لئے دنیا کے ہر قانونی نظام میں کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی فرم یا کمپنی کا کوئی رجسٹرڈ تجارتی نام یا نشان دوسرا ادارہ استعمال نہیں کر سکتا اور اس کی خلاف ورزی پر نہ صرف تجارتی نشان کا مالک خلاف ورزی کرنے والے سے ہرجانہ وصول کر سکتا ہے بلکہ یہ قانون کی نظر میں بھی جرم ہے۔

یہاں ہم انگریزی قانون کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ معروف مقدمہ "J. Bollinger vs Costa Brava Wine Coy Ltd."

1959, 3, W.L.R. 966"

میں قرار دیا گیا تھا کہ "مسئول الیہ کو ایسا عمل جاری رکھنے سے روکنے کے لئے حکم امتناعی حاصل کیا جاسکتا تھا" جسے دھوکہ دہی سمجھا گیا ہو، اگرچہ دھوکہ دینے کی نیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔"

بھارت کا تجارتی و کاروباری نشانات کا قانون مجریہ ۱۹۵۸ء کے دسویں باب میں تجارتی

ان نکات پر بحث کرنے سے پہلے یہ کتنا ضروری ہے کہ اگر عام قانون، جس کا اب تک اطلاق کیا گیا ہے۔ ہر ایک کو کسی لفظ، نام یا خطاب کے استعمال کا حق دیتا ہے یا پہلے سے لگائی گئی مسلمہ پابندیاں موجود ہیں؟ یہ بات قابل قدر ہے کہ بعض القابات، خطابات اور عنوانات، جیسا کہ وہ دفعہ ۲۹۸-بی میں مذکور ہیں، قرآن حکیم میں مخصوص شخصیات کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۲ (اہل بیت) اور آیت نمبر ۵۳ اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰) رضی اللہ عنہم) جبکہ دوسرے القابات گزشتہ ۱۳۰۰ برسوں سے، مسلمان ان شخصیات کے لئے استعمال کرتے آ رہے ہیں، جن کے لئے وہ مخصوص ہیں۔ یہ القابات مخصوص معانی رکھتے ہیں، اسلامی عقیدہ کا جزو ہیں اور اظہار عقیدت و احترام کے لئے استعمال ہوتے ہیں کسی شخص کی طرف سے دوسروں کے لئے ایسے القابات کا اسی طریقہ سے استعمال لوگوں کو یہ تاثر دینے کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں قوانین، ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں، جن کا مخصوص مفہوم و معانی ہو اور اگر وہ دوسروں کے لئے استعمال کئے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ برطانیہ کے کمپنی لاکٹو میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے جو مخالفت پیدا کرے یا تاج، سرکاری محکمہ یا میونسپلٹی کے ساتھ کسی نوع کا تعلق ظاہر کرے اور صرف استثنائی صورتوں میں ایسے نام استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی، جن میں "امپیریل" "کامن ویلتھ" "نیچل" یا "انٹرنیشنل" جیسے الفاظ شامل ہوں۔ الفاظ "کو آپریٹو" اور "بلڈنگ سوسائٹی" کا استعمال بھی

حساس نوعیت کا ہے، جس کا تعلق انسان کے مذہب اور عقیدہ سے ہے اور اس کی پابندی بڑے غیر جانبدارانہ اور محتاط انداز فکر اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کے اعتماد کو تقویت ملے اور اس کے فیصلے کو ضروری آزادی میسر آسکے۔

یہاں زیر غور اہم سوال یہ ہے کہ آیا دفعہ ۱۳۳ پ اور ۱۹۸۳ء کے ۲۰ ویں آرڈیننس کے تحت صادر کردہ حکم بنیادی حق (آرٹیکل ۲۰) کے منافی ہے، جو ۱۹۷۳ء کے دستور کی رو سے ہر شہری کو حاصل ہے؟

اپیل کنندگان نے غور و خوض کے لئے درج ذیل تفسیحات وضع کیں۔

(الف) وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کہ متنازعہ آرڈیننس قرآن و سنت سے متصادم نہیں ہے اس عدالت کے لئے بالکل غیر اہم اور بے وقعت ہے۔

(ب) آرڈیننس صریحاً اور یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی سے انکاری ہے جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل ۲۰ میں دی گئی ہے۔

(ج) یہ آرڈیننس مبہم، غیر واضح اور غیر یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ ظالمانہ بھی ہے۔

(د) دستور کے آرٹیکل ۲۰ کی ترکیب "قانون کے تابع رہتے ہوئے" میں مستعمل لفظ "قانون" سے مثبت قانون مراد ہے، "اسلامی قانون نہیں۔"

(ه) دستور کے آرٹیکل ۱۹ میں استعمال کردہ ترکیب "اسلام کی عظمت" سے آرٹیکل ۲۰ میں دیئے گئے حقوق کے بارے میں استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

(و) کلمہ "طیبہ" والے بیج کا استعمال اور اذان دینا متنازعہ آرڈیننس کے دائرہ اثر میں نہیں آتا۔

(ز) زیر دفعہ ۱۳۳ پ جاری کردہ حکم اپیل کنندگان کے مذہب سے متعلق بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ دستور کے آرٹیکل ۲۰ کے منافی ہے۔

ناموں، تجارتی نشانوں، ملکیتی نشانات یا علامتوں کو اس نیت سے استعمال کرنا جس کا مقصد دوسروں کو یہ باور کرانا ہو کہ وہ استعمال کنندہ کی ملکیت ہیں، ایک جرم کے مترادف ہے۔ اس کے مرتکب کو نہ صرف قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے ہر جانہ بھی وصول کیا جاسکتا ہے اور اسے باز رکھنے کے لئے اقتنائی حکم جاری کیا جاسکتا ہے۔ یہ معمولی مالیت کے مال کے بارے میں واقعی سچ ہے۔ مثال کے طور پر کوکا کولا کہنی کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ اس کی مصنوعات کے چند اولس بھی اس کی اپنی بوتلوں یا دوسرے ظروف میں، جن پر کوکا کولا کا نشان لگا ہوا ہو، فروخت کرے خواہ اس کی قیمت چند سینٹ ہی کیوں نہ ہو۔ مزید برآں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس پر قید و جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اس سے یہ اصول وابستہ ہیں کہ دھوکہ نہ دو اور دوسروں کے حقوق ملکیت پامال نہ کرو۔

سادہ الفاظ میں جو لوگ دو سروں کو دھوکہ دیتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کی جارہی ہے، خواہ ان کی حرکت سے بچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے ہاں قائد اعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کے لئے قانون وضع کیا گیا ہے جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا۔ بہر حال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں ایہل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں، اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں؟ یہ بات خوش آئند اور لائق تہنیت ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی مسلمان کے لئے سب سے قیمتی متاع ہے، وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دوسرے کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

دوسری طرف ایہل کنندگان اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے

(الف) شاہی نشانات یا حکومتی نشانات (یا ایسے نشانات جو ان سے اتنی گہری مماثلت رکھتے ہوں کہ ان کے بارے میں قیاس کیا جائے کہ ان کا مقصد دھوکہ دینا ہے) اس طرح استعمال کرے کہ ان کی بابت قیاس کیا جائے کہ ان سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ وہ شاہی نشانات یا حکومتی علامات کو استعمال کرنے کا قانوناً مجاز ہے یا

(ب) قائد اعظم محمد علی جناح کا نام، لقب یا اس کی مشابہت یا اس کی مختلف صورتوں میں سے کوئی ایک یا کوئی آلہ، علامت یا عنوان ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ اس کی بابت قیاس کیا جائے کہ اس کا فشاء یہ باور کرانا ہے کہ وہ ہر مجبھی کی حکومت، یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا ایسی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازم ہے، اسے مال فراہم کرتا ہے یا اس سے تعلق رکھتا ہے۔

(ج) ادارہ اقوام متحدہ یا اس کے قائم کردہ ذیلی ادارے عالمی ادارہ صحت کا نشان، سرکاری مہر، نام یا نام کا کوئی مخفف ایسے طریقہ سے استعمال کرے، جس سے یہ باور کرانا مقصود ہو کہ اسے اقوام متحدہ کی صورت میں سیکریٹری جنرل نے یا عالمی ادارہ صحت کی صورت میں اس کے ڈائریکٹر جنرل نے وہ نشان مہر یا نام استعمال کرنے کا قانوناً اختیار دیا ہے۔

اسے کسی ایسے شخص کی طرف سے استغناء داز کرنے پر جسے ایسے نشانات، آلات، علامات خطاب استعمال کرنے کا اختیار ہو یا رجسٹرار کی طرف سے مقدمہ داز کرنے پر حکماً اس نام کا استعمال جاری رکھنے سے روک دیا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اس دفعہ میں شامل کسی چیز سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ اس سے کسی تجارتی نشان کے مالک کا حق اگر کوئی ہو متاثر ہو رہا ہے جس کے استعمال کو جاری رکھنے کا وہ قانوناً مجاز ہو۔

پس واضح ہوا کہ دوسروں کے تجارتی

نشانات کی جعل سازی سے اور غلط طور پر استعمال یا جعلی تجارتی نشانات، تجارتی علامات یا ایسے مال کی فروخت پر، جس پر جعلی تجارتی نشان یا علامت لگائی ہو، سزاؤں کا اہتمام کیا گیا ہے۔

بھارت اور پاکستان کے مجموعہ ہائے تعزیرات کے باب نمبر ۱۸ ایسے جرائم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں دستاویزات یا تجارتی و کاروباری نشانات میں جعل سازی سے کام لیا جائے، مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۸۱ میں کہا گیا ہے۔

”جو کوئی کسی منقولہ جائیداد، مال یا کسی بیج، دیگر ظرف پر جو منقولہ جائیداد یا مال پر مشتمل ہو، ایسا نشان لگائے یا کسی صندوق، بیج، یا دیگر ظرف کو جس پر کوئی تجارتی نشان لگا ہوا ہو، ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ منقولہ طور پر اس کی بابت یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد یہ باور کرانا ہے کہ نشان رکھنے والی جائیداد یا مال یا کوئی دوسری جائیداد یا مال جو نشان رکھنے والے کسی طرف میں رکھا ہوا ہو، کسی شخص کی ملکیت ہے جبکہ حقیقت میں وہ اس کی ملکیت نہ ہو، تو کہا جائے گا کہ جعلی نشان ملکیت استعمال کیا گیا ہے۔“ یہ جرم فریب کاری ہے اور اس کے ارتکاب پر کسی ایک قسم کی سزا اتنی مدت کے لئے دی جاسکتی ہے، جو ایک برس تک ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔“

پاکستان میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ ہیں، کسی نے کسی بنا پر انہیں چیلنج نہیں کیا۔ یہاں ہم تجارتی نشانات ایکٹ ۱۹۳۰ء کی دفعہ ۶۹ کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ جس کا اطلاق پورے برصغیر میں ہوتا رہا۔ اس کی ترمیم شدہ صورت جو اس وقت پاکستان میں نافذ العمل ہے، ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

”شاہی نشانات اور سرکاری علامات کے استعمال کی ممانعت اگر کوئی شخص جائز اختیار کے بغیر کسی تجارت، کاروبار، کسب یا پیشہ کے متعلق:

استعمال کرتے ہیں، جو سب کے سب بہترین مسلمان تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں، ازواج النبی ﷺ رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور ان کے افراد خاندان کے لیے مخصوص القابات کا مرزائیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں، اس کی بیویوں اور گھروالوں کے لیے استعمال، ان کی (صحابہ و اہل بیت) بے حرمتی کے مترادف ہے، جس سے مسلمان یہ دھوکا کھا سکتے ہیں کہ ایسے القابات کے حامل افراد بہتر مسلمان ہیں۔ مزید عرض کیا گیا کہ اذان دینا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اس کی یقینی علامت ہے کہ اذان دینے اور مسجد میں نماز پڑھنے والے افراد مسلمان ہیں۔ اس لیے قرار دیا گیا کہ ان القابات و اصطلاحات کے استعمال کی ممانعت اور اس نوع کی پابندیاں عائد کرنے والے آرڈیننس کے احکام کہ قادیانی خود کو بطور مسلمان پیش نہیں کر سکتے، آئین کے مقاصد پر عمل درآمد کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے، عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو، اسلام قبول کیے بغیر، ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے، تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے، غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکہ باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کر سکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا

آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں۔ اور اپنے ہیروز کی، اپنے طریقہ سے مدح و ستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تحقیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

دلیل دی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت کا یہ کہنا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۳ء قرآن و سنت کے منافی نہیں ہے، اس عدالت کی حد تک قانونی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

بہر حال یہ ادعا اپنے اندر کوئی میرٹ نہیں رکھتا، احمدیوں کو دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) ب کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور وفاقی شرعی عدالت، مجیب الرحمن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (بی ایل ڈی ۱۹۸۵ء ایف ایس سی ۸) نامی مقدمہ میں اس بنا پر اس فیصلہ کی تصدیق و توثیق کر چکی ہے کہ قادیانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآن حکیم کی ایک واضح اور صاف آیت کی تاویل کے ذریعے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اسلام میں غل، بروز اور حلول جیسے مکاری پر مبنی تصورات کو فروغ دیتے ہیں۔ اس لئے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو بطور مسلمان پیش کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے سے باز آجائیں۔

مسلمان "صحابی" اور "اہل بیت" کی اصطلاحات بالترتیب رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں اور ان کے ارکان خاندان کے لیے

طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان بدعتی غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے، جو مسلم شخصیات کے پاسنگ بھی نہیں۔ حقیقتاً "مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اہل کنتھگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں، نہ صرف جو ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلب گار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ Cantwell vs Connecticut (310 US 296 at 306) نامی مقدمہ میں قرار دے چکی ہے

"مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو، عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔"

علاوہ ازیں اگر اہل کنتھگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لئے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات اور اعمال پر انحصار کر کے، وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب، اپنی طاقت، میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پاسکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟

گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجیب الرحمان و دیگران نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا حکم کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ میں آرٹیکل ۲۰۳ این کے تحت چیلنج کیا تھا (دیکھئے پی ایل ڈی ۱۹۸۸ء ایس سی (شریعت اپیلیٹ بینچ) ۱۶۷) لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر اپیل واپس لے لی گئی۔ اس اپیل میں عدالت حضانے قرار دیا تھا کہ

”وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا“

پھر موجودہ اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت دستور کے آرٹیکل ۱۸۵ کے تحت بیسڈہ عمومی کی گئی۔

باب ۳۔ اے۔ ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو دستور میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں ۲۰۳۔ الف سے ۲۰۳۔ جے تک آرٹیکلز شامل ہیں۔ آرٹیکل ۲۰۳ الف میں کہا گیا ہے کہ دستور میں شامل کسی امر کے باوجود اس باب کے احکام موثر ہونگے۔ اس کے بعد آرٹیکل ۲۰۳۔ جی میں کہا گیا ہے۔ ”آرٹیکل ۲۰۳۔ ایف کے احکام کے سوا کوئی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالت عظمیٰ و عدالت عالیہ کسی ایسے معاملہ کی نسبت کسی کارروائی پر غور نہیں کرے گی یا کسی اختیار یا اختیار سماعت کا استعمال نہیں کرے گی جو عدالت کے اختیار یا اختیار سماعت کے دائرہ میں آتا ہو۔“

ان احکام کو یکجا کر کے پڑھا جائے تو اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا صادر کردہ کوئی فیصلہ، اگر اس کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ میں اپیل نہ کی جائے یا اپیل کرنے کی صورت میں فیصلہ کو بحال

رکھا جائے، سپریم کورٹ کے لیے بھی واجب التعمیل ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے محولہ بالا فیصلہ کو عدالت حضانہ بھی نظر انداز نہیں کر سکتی۔

اگلا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیا امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۳ء صراحتاً اور بالکل یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی کی مکمل نفی کرتا ہے، جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شریوں کو دستور کے آرٹیکل ۲۰ میں دی گئی ہے؟ اس دعویٰ پر مزید غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ متعلقہ قانون اور حقائق کا مطالعہ کر لیا جائے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان قوانین نے اپیل کنندگان کو ان کی مذہبی آزادی سے محروم کر دیا ہے۔

تعمیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ ب کی عبارت جو کہ اس مقدمہ سے متعلق ہے: درج ذیل ہے۔

”۲۹۸۔ ب: القابات، اصطلاحات اور خطابات کا غلط استعمال۔“

۱۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو بذریعہ تحریر یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے۔

(الف) رسول اکرم (ﷺ) کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی اور شخص کا امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین یا رضی اللہ عنہ کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے۔ یا

(ب) رسول اکرم (ﷺ) کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی خاتون کا ام المؤمنین کے طور پر حوالہ دے یا اس کے لقب سے خطاب کرے۔ یا

(ج) رسول اکرم (ﷺ) کے افراد

خاندان کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا اس نام سے خطاب کرے۔ یا (د) اپنی عبادت گاہ کا نام ”مسجد“ رکھے یا اس نام سے پکارے

اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

(۲) قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو تحریری یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے اپنے مذہب میں مروج عبادت کے لیے بنانے کے طریقہ یا صورت کا بطور ”اذان“ حوالہ دے یا اسی طرح سے اذان دے جیسے مسلمان اذان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔“

دفعہ ۲۹۸۔ ج کی عبارت اس طرح ہے۔

”۲۹۸۔ ج قادیانیوں کا خود کو مسلمان کہلوانا یا قادیانیت کی تبلیغ کرنا

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے، حوالہ دے یا موسوم کرے، یا اپنے عقیدہ کو اسلام کے یا حوالہ دے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ اور اشاعت کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے، خواہ وہ تحریری و زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے ایسا نام کرے، جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں۔ اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید

اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

امناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۳ء کے احکام اوپر نقل کر دیے گئے ہیں۔ جو اپیل

کنندگان کی برادری کو بعض القابات، اصطلاحات اور خطابات وغیرہ کے استعمال سے، جن کا ذکر ان

احکام میں موجود ہے، منع کرتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر فخر

الدین جی ابراہیم نے دفعہ ۳۹۸ کی ذیلی دفعہ (الف) کو چیلنج نہیں کیا۔ ہوم سیکرٹری، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

اور ریڈیڈنٹ مجسٹریٹ کے احکام کی رو سے جن کا حوالہ درخواست کی ابتدا میں دیا جا چکا ہے، ان کی

سالگرہ کی تقریبات پر صوبہ پنجاب میں پابندی لگادی گئی تھی اور پیرا نمبر ۳ میں درج سرگرمیوں

کی ممانعت کردی گئی تھی۔ اس حکم کی غرض و نایت، اس آخری ہدایت سے بھی ظاہر ہے جس

میں کہا گیا تھا کہ قادیانی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں گے، جس سے براہ راست یا بالواسطہ

طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو نہیں پہنچے۔ محولہ بالا پابندیوں سے واضح طور پر ایسی سرگرمیاں

مراد ہیں، جنہیں سرعام انجام دیا جانا تھا، نجی طور پر نہیں۔ اس کارروائی کو ایک رٹ پٹیشن کے

ذریعے جس میں بنیادی حقوق کی پامالی کو بنیاد بنایا گیا تھا، ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ اس لیے ان

حقائق کو جو خود اپیل کنندگان کی طرف سے بیان کیے گئے اور جن کی بنیاد پر احکام جاری کیے گئے، غیر متنازع سمجھا جائے گا۔

دستور کے آرٹیکل ۲۰ کی عبارت اس طرح ہے۔

”۲۰۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی۔“

قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہنے ہوئے:

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے اور

ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔“

یہاں متعلقہ بنیادی حق ”مذہب کی پیروی کرنے کی آزادی“ ہے، تاہم یہ آزادی قانون،

امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ دوسرے ممالک کی عدالتوں نے جہاں اسی طرح کے بنیادی

حقوق دیئے ہیں، قرار دیا ہے کہ یہ حق دو تصورات پر مبنی ہے۔ ایک عقیدہ کی آزادی اور دوسرے

عمل کی آزادی۔ ان میں سے بعض نے اول الذکر آزادی کو مطلق، لامحدود اور غیر مشروط قرار دیا ہے

جبکہ بعض دوسروں کے خیال میں، وہ بھی قانون وغیرہ کے تابع ہے۔ بہر حال اس بات پر سب متفق

ہیں کہ آخر الذکر آزادی، اپنی نوعیت کے لحاظ سے مطلق اور لامحدود نہیں ہے، ان کے بقول

افراد کا رویہ قواعد و ضوابط کے تابع رکھا جاتا ہے تاکہ معاشرہ کی حفاظت کی جاسکے۔ پس اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے آزادی عمل کی تعریف کرنا

لازمی ہے، اس کے برعکس ترکیب ”قانون کے تابع رہتے ہوئے“ نہ تو متفقہ کو یہ لامحدود اختیار

دیتی ہے کہ وہ دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق پر ناروا پابندیاں لگائے یا انہیں سلب کر لے، نہ ہی

انہیں معدوم سمجھ کر نظر انداز یا ترک کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں کے مابین ہر معاملہ کے خصوصی

حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، معنوی تعبیر کا سارا لے کر توازن قائم رکھنا ضروری ہے، دیکھئے

(Acharya Jagdishwaranad etc, Vs, Commissioner of Plice Calcutta, (AIR1984S.C.51)

Avadhutta میں قرار دیا تھا کہ

1- Jesse Cantwell et, Vs, State of Coomecticut 310 U.S.296.

2- Tikamdas and Others Vs, Divisional Evacue Trust Committee Karach PLD 1968 Kar 703 (F.B)

امریکہ کی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان Reynolds Vs United States

(98, U.S.145) میں قرار دیا تھا کہ ”کانگریس کو محض رائے کی بنیاد پر قانون

سازی کے پورے اختیار سے محروم کر دیا گیا، تاہم کارروائی کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا جو

معاشرتی فرائض کی خلاف ورزی اور ایچے امن و امن میں خرابی پیدا کرنے کے سلسلہ میں درکار

ہوتی۔ قوانین، حکومت کے لیے کارروائی کرنے کی غرض سے وضع کیے جاتے ہیں، اور جہاں وہ محض مذہبی عقائد اور آراء، میں مداخلت نہیں

کر سکتے، اعمال میں یقیناً "کر سکتے ہیں"۔

مذکورہ بالا نقطہ نظر اپنانے کے بعد سپریم کورٹ نے نارمنوں کے فرقہ میں مروج تعدد ازدواج پر اس بنا پر پابندی لگانے کو حق بجانب سمجھا کہ ان پر یہ فرض 'مذہب کی طرف سے عائد ہوتا تھا' وہ کوئی مذہبی عقیدہ یا رائے نہیں تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا پیرا کے آخری حصہ میں ظاہر کی گئی رائے امریکیوں سے مخصوص ہے جہاں مقتدر اعلیٰ عوام ہیں 'اللہ تعالیٰ نہیں۔

بھارتی سپریم کورٹ نے کشن ہندو مذہبی اوقاف مدراس بنام سری لکشمنڈرا وغیرہ (اسے آئی آر ۱۹۵۳ء ایس سی ۲۸۲ صفحہ ۲۹۱) میں مذکورہ بالا نقطہ نظر سے ملنے جلتے موقف کو قبول کر لیا جیسا کہ آسٹریلیا کے چیف جسٹس لاکھم نے ایک فیصلہ میں کہا تھا۔

"مذہب کی حفاظت کے لیے بنایا گیا حکم ایسا نہیں تھا کہ اس کی تعبیر میں اسے مطلق حفاظت سمجھا جاتا اور دستور کی دیگر دفعات سے الگ کر کے جداگانہ طور پر اس کا اطلاق کیا جاتا۔ ان مراعات کا ریاست کے اس اختیار سے سمجھوتہ ہونا چاہیے کہ وہ امن، سلامتی اور منظم بود و ماند کو یقینی بنانے کے لیے قوت فرمانروائی کو استعمال کر سکے۔ جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی"۔

فیصلہ کے صفحہ ۱۳۷ پر ذیل کی رائے کا اظہار کیا گیا "ریاست ہائے متحدہ میں اس دفعہ سے

جو مسائل پیدا ہوئے، انہیں بڑی حد تک یہ قرار دے کر حل کر دیا گیا کہ مذہب کی حفاظت کے لیے بنائی گئی دفعہ مطلق نہیں ہے، جس کی تعبیر اور اطلاق کو دستور کی دوسری دفعات سے الگ تھمک کیا جاسکے"۔ سپریم کورٹ نے تقریر کی آزادی، پریس کی آزادی اور مذہبی آزادی کے متعلق دستور میں دی گئی ضمانت کے حوالہ سے Jones Vs. Opelika (1942) 316 u.s 584 میں کہا تھا:

"یہ حقوق مطلق نہیں ہیں۔ جن کو ان دوسری پسندیدہ مراعات سے جدا کر کے استعمال کیا جاسکے، جن کی حفاظت کا اہتمام اسی دستاویز میں کیا گیا ہے"۔ مزید قرار دیا گیا کہ "ان مراعات کو ریاست کے اس حق سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے کہ وہ منظم معاشرت کو یقینی بنانے کے لیے اقتدار اعلیٰ کو استعمال کر سکتی ہے جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی"۔

صفحہ ۱۳۰ پر مزید کہا گیا تھا کہ:-

"اس ریاست میں آنے کے بعد ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کو کسی امتیاز یا ترجیح کے بغیر مذہب کی بیروی اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ تاہم شرط یہ ہے کہ بذریعہ ہذا ضمیر کی جو آزادی عطا کی گئی ہے۔ اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا جائے گا کہ اسے عیاشی پر مبنی افعال کا بہانہ بنایا جائے یا ایسے کاموں کا جواز بنایا جائے جو

ریاست کے امن یا سلامتی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں"۔

اس سے آگے صفحہ ۱۳۱ پر کہا گیا ہے

"جان سٹورٹ مل نے اپنی

کتاب "Essay on liberty" میں آزادی سے متعلق انکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس موضوع پر اس کی بحث کو 'اصول کے وقیع اور وزن رکھنے والے اظہار کے طور پر بڑے پیمانہ پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مصنف کو وہ امتیاز کرنا پڑا جو

"Liberty اور "Licence" کے الفاظ کے مابین اکثر کیا جاتا ہے، لیکن عملی طور پر اس کا اطلاق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ آزادی سے یہ مراد نہیں کہ خود کو ہر وہ کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو اس کے دل میں آئے، کیونکہ ایسی آزادی کے معنی ہونگے کہ امن و امان غارت ہو جائے گا اور آخر کار خود آزادی کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس نے آزادی کی حدود کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ " وہ واحد فرض، جس کے لیے انسانوں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے عمل کی آزادی میں مداخلت کرنے کی

اجازت دی گئی ہے، وہ ذاتی تحفظ ہے"۔

اسی صفحہ پر مزید کہا گیا ہے کہ۔

"ایسے معمولات اور طرز عمل پر پابندی لگانا ریاست کی طرف سے مذہبی آزادی قائم رکھنے کے عین مطابق ہے جو سول حکومت کے قیام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا معاشرہ کے مسلسل وجود

کے لیے ضرور رساں ہوں۔“

مذکورہ بالا رائے کا اظہار دستور کی دفعہ ۱۱۶ کی تعبیر و توضیح کرتے ہوئے کیا گیا تھا، جو کہ اس طرح ہے۔ ”کامن ویلس (ریاست ہائے آسٹریلیا کی مشترکہ حکومت) کسی مذہب کو سرکاری طور پر منوانے یا کسی مذہبی رسم کو نافذ کرنے یا کسی مذہب پر آزادی سے عمل کی ممانعت کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنائے گی اور حکومت کے تحت کسی عہدہ یا عوامی ٹرسٹ کے لیے کوئی مذہبی ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا جو صلاحیت کے طور پر مطلوب ہو“

محولہ بالا مقدمہ کے صفحہ ۱۵۵ پر حسب ذیل متعلقہ رائے ملتی ہے۔

”آئینی دفعہ غیر سماجی افعال یا ایسے افعال کا تدارک نہیں کرتی جو خود معاشرہ کے لیے تباہ کن ہوں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دستور میں جس مذہبی آزادی و حریت کی ضمانت دی گئی ہے اور تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے، وہ بعض پابندیوں کے تابع ہے۔ جس کی تشریح کرنا عدالت ہائے قانون کا کام اور فرض ہے اور وہ پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جو معاشرہ کے تحفظ کے لیے ضروری اور معاشرتی امن کے مندا میں ہوں۔“

مذہب کی تعریف

پس یہ جاننا لازم ہے کہ مذہب کیا ہے؟ وہ آزادی کیا ہے جو حکومت کے قانون کرنے اور کارروائی کرنے کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔ اہل علم نے اس لفظ کے مختلف مشتقات اور ماخذ بتائے

ہیں۔ مذہب نظریات، اعمال اور اداروں کا مرکب و مجموعہ ہوتا ہے، مذہب خدا پر، عالم روحانیت پر اور ایسی دنیا یا دنیاؤں پر ایمان کے اظہار و اعلان سے عبارت ہے جو ہماری دنیا سے ماورا ہے۔ آسان مفہوم میں مذہب کا لفظ کسی کے عقیدہ کے بارے میں بولا جاتا ہے، جیسے عیسائیوں کا مذہب مسیحیت، مسلمانوں کا مذہب اسلام، یہودیوں کا مذہب یہودیت اور کیتھولک کا مذہب وغیرہ۔

امریکی سپریم کورٹ نے Davies Vs. Beason 1890 (133) us 333 نامی مقدمہ میں مذہب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔ ”مذہب کی اصطلاح کسی آدمی کے اپنے خالق کے بارے میں نظریات اور اس کی ذات کے احترام و عقیدت اور اس کی مرضی و منشاء کی اطاعت اور کردار کے حوالہ سے عائد ہونے والے فرائض سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اکثر کسی خاص فرقہ کے مسلک یا عبادت کے طریقہ سے گنڈا کر دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ آخر الذکر سے مختلف چیز ہے۔“

اس اصطلاح کی پاکستان کے دستور میں اس طرح کی صراحتاً کوئی تعریف نہیں دی گئی، تاہم آرٹیکل ۲۶۰ (۳) کی شق (الف) اور (ب) میں ”مسلم“ اور ”غیر مسلم“ کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے مذہب کے معانی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ مذکورہ بالا آرٹیکل کی متعلقہ شقیں اس طرح ہیں۔

مسلم اور غیر مسلم کی تعریف

”۲۶۰۔ تعریفات“

(۳) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تا وقتیکہ موضوع یا سیاق و سباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

(الف) ”مسلم“ سے کوئی ایسا شخص مراد

ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی واحدانیت و توحید اور رسول اکرم (ﷺ) کی مکمل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو، نہ اسے ماننا ہو، جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد نبی کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کی رو سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور

(ب) ”غیر مسلم“ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلمان نہ ہو، اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد یا کوئی بھائی اور شیڈولڈ کاسٹس میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔“

اصطلاح ”مذہب“ کی تعریف بھارت، امریکہ یا آسٹریلیا میں سے کسی ملک کے دستور میں درج نہیں۔ تاہم بھارتی سپریم کورٹ نے مقدمہ H.R.E. Vs. Lakshmindra Swamiar (AIR 1954 S.C. 282) Commissioner میں اس اصطلاح کی تشریح یوں کی ہے۔

”مذہب افزایا برادریوں کے عقیدہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہے، اس کا خدا پرستی سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ہندوستان میں ایسے معروف مذاہب موجود ہیں مثلاً بدھ مت اور جین مت، جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ مذہب کی بنیاد بلاشبہ عقائد یا نظریات کے نظام پر ہوتی ہے جنہیں اس مذہب کے ماننے والے اپنی روحانی اصطلاح میں مہم معاون سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ مذہب کی حقیقت، عقیدہ کے

کے لیے نہیں۔“

اسی عدالت نے جگدیش آنند نام پولیس کمشنر کلکتہ (اے آئی آر ۱۹۸۳ء ایس سی ۵۱) میں قرار دیا ہے۔

”عدالتوں کو یہ طے کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ آیا کسی خاص رسم یا رواج کو کسی مخصوص مذہب کے احکام کی رو سے اس کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔“

جیسا کہ ہم غیر ملکیوں کی لادینی عدالتوں کے فیصلوں میں دیکھ چکے ہیں کہ اگرچہ مذہبی معمولات کو ”مذہبی آزادی“ کے پردے میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے تاہم اس کے تحت صرف ایسے معمولات آتے ہیں جو مذہب کے لازمی اور تکمیلی ارکان ہوں۔ مزید قرار دیا گیا ہے کہ اس امر کا تعین کرنا

عدالتوں کا کام ہے کہ آیا کوئی خاص عمل مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ہے یا نہیں؟ معاملہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ان معمولات کو اس طرح عدالت کے اطمینان کے لیے مستند مذہبی حوالوں سے اسی طرح بیان کرنا اور ثابت کرنا ہوگا۔

اس لیے اپیل کنندگان کو پہلے ان معمولات کی تفصیل بتانی چاہیے تھی جو وہ صد سالہ جشن کے موقع پر ادا کرنا چاہتے تھے، پھر یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ وہ معمولات ان کے مذہب کے ناگزیر اور تکمیلی اجزاء ہیں۔ اس کے بعد ہی عدالت ایسا اعلان کر سکتی تھی کہ ان معمولات کی ادائیگی میں متنازعہ حکم یا انتظامی احکام کے تحت غیر قانونی رکاوٹ ڈالی گئی تھی۔ اپیل کنندگان کو یہ وضاحت کرنی چاہیے تھی کہ القابات وغیرہ اور مختلف تقریبات، جو وہ منانا چاہتے تھے، ان کے مذہب کا جزو لاینفک ہیں اور یہ کہ انہیں صرف اعلانیہ یا لوگوں کی نظروں کے سامنے سڑکوں اور

کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، ہمارے دستور میں مذہب کی آزادی محض مذہبی عقائد تک محدود نہیں، بلکہ یہ مذہبی معمولات پر بھی ان پابندیوں کے تابع رہتے ہوئے جو خود دستور نے عائد کی ہیں، حاوی ہے۔“

اس کے بعد عدالت نے اس سوال کو لیا کہ آیا بعض معاملات مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں اس نتیجہ پر پہنچی۔ ”یہ معاملات یقیناً“ مذہب سے متعلق نہیں ہیں اور ان احکام کے جواز کی بابت کیا گیا اعتراض سراسر بے بنیاد لگتا ہے۔“ اسی عدالت نے درگاہ کمیٹی، نام حسین علی (اے آئی آر ۱۹۶۱ ایس سی ۱۹۰۲) میں جو فیصلہ صادر کیا، نمبر ۳۳ میں جسٹس بکنڈر گاڈر نے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

”اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے ایک انتہائی نوٹ لکھنا اور یہ کہنا بے محل نہ ہو گا کہ زیر بحث معمولات کو مذہب کا ایک جزو قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ مذہب میں انہیں اس مذہب کے لازمی ارکان اور اجزائے تکمیلی سمجھا جاتا ہو ورنہ لادینہ معمولات کو بھی، جو کہ مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو نہیں، مذہبی روپ دیا جاسکتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں مذہبی معمولات سمجھا جائے۔ اسی طرح ایسے معمولات بھی ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں، جو محض وہی عقائد کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں اور اس مفہوم میں وہ غیر متعلقہ اور غیر ضروری ہیں تا وقتیکہ ایسے معمولات کسی مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ثابت نہ کیے جائیں، ان کے تحفظ کے بارے میں دعویٰ کا احتیاط سے جائزہ لینا ہوگا۔ بالفاظ دیگر یہ تحفظ ایسے مذہبی معمولات تک محدود ہونا چاہیے جو اسی مذہب کے لازمی اور تکمیلی اجزاء ہوں، دوسروں

بارے میں نظریہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کوئی مذہب اپنے پیروکاروں کے لیے نہ صرف ضابطہ اخلاق طے کر سکتا ہے بلکہ یہ ایسی رسوم و رواج قاریب اور عبادت و پرستش کے طریقوں کا تعین بھی کر سکتا ہے جنہیں مذہب کے لازمی اجزاء سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسوم اور صورتیں بڑھ کر خوراک اور لباس سے متعلق معاملات کا بھی احاطہ کر سکتی ہیں۔“

سپریم کورٹ نے فیصلہ کے پیرا نمبر ۱۹ میں کہا۔

”پہلی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے لازمی ارکان کیا ہوتے ہیں، اس کا تعین بنیادی طور پر خود اس مذہب کے نظریات کے حوالہ سے کیا جاتا ہے، اگر ہندو مذہب کے کسی فرقہ کے احکام میں کہا گیا ہو کہ بت کے سامنے خوراک کا نذرانہ دن کے فلاں اوقات میں پیش کیا جائے گا، ایسی وفد داری رسوم ایک خاص طریقہ سے اور سال کے ایک خاص دن منائی جائیں، یا یہ کہ مقدس کتابوں کو ہر روز پڑھنا چاہیے یا مقدس آگ کو چڑھاوا پیش کرنا، ان تمام معمولات کو مذہب کا جزو سمجھا جائے گا اور محض یہ حقیقت کہ ان پر رقم خرچ ہوتی ہے، ان کو لادینیت پر مبنی نہیں بنا سکتی۔“

عدالت نے اس بات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ امریکہ اور آسٹریلیا کی عدالتیں کسی بھی قسم کی پابندی سے پاک، غیر مبہم الفاظ میں مذہب کی آزادی کا اعلان کر چکی ہیں، درج ذیل رائے کا اظہار کیا:

”آرٹیکل ۲۵ اور ۲۶ کی زبان بڑی حد تک صاف ہے، جس سے ہم غیر ملکی استاد کی مدد کے بغیر یہ طے کر سکتے ہیں کہ کون سے امور مذہب کے دائرہ اثر میں آتے ہیں اور کون سے نہیں۔ جیسا

گیوں میں عام مقامات پر ہی منایا جاسکتا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر متنازع قانون، قانون سازی کا جائز جزو ہے اور مسئول ایساں نے متنازعہ کارروائی امن و امان کے مفاد میں کی تھی، تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ وہ اقدامات بدعتی سے کیے گئے یا حقیقی جواز کے بغیر تھے، بنیادی حقوق کی پامالی کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس نکتے پر لاگو ہونے والے قانون کی عدالتوں میں خاصی تشریح ہو چکی ہے۔ اس لیے ان کا حوالہ دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

چیف جسٹس لائٹم (Latham) نے بیہواہ (Jehovah) کے گواہوں سے متعلق مقدمہ بھوان (Adelaide vs. Commonwealth) میں جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے، آسٹریلوی دستور کی دفعہ ۱۱۶ کے مندرجات کو زیر بحث لاتے ہوئے، جو دیگر باتوں کے علاوہ حکومت کو ”کسی مذہب پر آزادانہ عمل کرنے“ سے روکنے کی ممانعت کرتے ہیں درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

۱۔ دفعہ ۱۱۶ اقلیتوں، خصوصاً غیر مقبول اقلیتوں کے مذہب (یا اس کی عدم موجودگی) کا پیمانہ کرتی ہے (صفحہ ۱۲۳) گویہ درست ہے کہ اس بات کا تعین کرتے وقت کہ مذہب کیا ہے اور کیا نہیں ہے، لفظ مذہب پر لازماً غور کرنا چاہئے۔

۲۔ دفعہ ۱۱۶ معمولات کے ساتھ ساتھ عقائد کا تحفظ بھی کرتی ہے۔۔۔

۳۔ جہاں تک مذہب پر آزادانہ عمل کا تعلق ہے، ”آزادانہ“ سے ”کھلی چھٹی“ مراد نہیں ہے۔ آزادی کے تصور کو محض ایک خاص سیاق و سباق میں پرکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادانہ تقریر کے یہ معنی نہیں کہ پر ہجوم جگہ پر

آگ آگ “کاشور چاکر لوگوں میں اضطراب پھیلا دیا جائے۔ اسی طرح جیسا کہ مختلف امریکی مقدمات سے ظاہر ہے مذہب پر آزادانہ عمل افراد کو ان کے مذہبی عقائد کی بنا پر اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملکی قانون کی دجھیاں بکھیر دیں۔

۴۔ ہائیکورٹ اس وقت عائشی کے فرائض انجام دیتی ہے جب متفقہ کا بنایا ہوا کوئی قانون، مذہبی آزادی میں ناجائز طور پر خلل ڈالتا ہے۔ اس طرح مذہب کی حفاظت کے لیے معاشرہ کو انتشار میں مبتلا کیے بغیر عملی اقدام کی منظوری دینا ممکن ہو جاتا ہے۔“

اس لیے عدالت نے قرار دیا کہ بیہواہ کے گواہوں نے فوجی ذمہ داری کے معنوں میں حکومت سے عدم تعاون کے لیے جو اصول بیان کیا، وہ معاشرہ کے دفاع کے لیے ضرر رساں تھا اور دفعہ ۱۱۶ نے اسے تحفظ فراہم نہیں کیا، پس وہاں جو اصول وضع کیا گیا وہ یہ ہے کہ سول فرائض عائد کرنے والے قانون کو مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والا قانون نہیں کہا جاسکتا۔

جسٹس ہگس (Hughes) نے بھی مقدمہ بھوان

Willis Cox v. Vs. New Hampahise (1941 312 U.S. 569) میں اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ”کوئی قانون جو عام گلیوں کو پریڈ یا جلوس کے لیے استعمال کرنے والے افراد سے تقاضا کرتا ہو کہ اس کے لیے خصوصی اجازت حاصل کریں، کسی مذہبی عبادت یا مذہب پر عمل میں کوئی خلاف دستور مداخلت تصور نہیں ہوگا، جب اس کا اطلاق ایسے گروہ پر کیا جائے جو مذہبی عقائد پر مشتمل پلے کارڈز اور نشانات اٹھائے ایک قطار میں منت پاتھ

پر مارچ کر رہا ہو۔“

ہم نے مذکورہ بالا نقطہ نظر کی حمایت میں ایسے ممالک کا حوالہ دیا جو لادین اور معتدل مزاج ہونے کے مدعی ہیں، مذہبی یا کٹر مذہب پرست نہیں ہیں۔ بھارت کی سپریم کورٹ نے محمد حنیف قریشی و دیگران بنام ریاست بہار ۱۹۵۸ آئی سی ۴۳۱) نامی مقدمہ میں انہی اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ بعض قوانین سے جن کے تحت بعض جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی لگائی گئی ہے، مسلمانوں کو آرٹیکل ۲۵ کے تحت حاصل بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کیونکہ اس دعویٰ کی تائید میں کوئی مواد موجود نہیں کہ بقرعید کے روز مسلمانوں کے لیے گائے کی قربانی کرنا لازمی ہے یا مسلمانوں کے لیے اپنے عقیدہ نظریہ حیات کے اظہار کے لیے ایسا کرنا اسلام کی رو سے کوئی پسندیدہ بات ہے۔

اسی عدالت نے مقدمہ زیر عنوان (Acharya Avadhutta Jagdishwaranand etc. Vs. Commissioner of Police Chhita (AIR 1984 SC 51) میں

قرار دیا تھا کہ ”اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ ”تندوا“ (Tandava) رقص کو آند مارگ کے ہر پیر و کار کے لیے مذہبی حق کے طور پر مقرر کیا گیا ہے، تب بھی اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں نکلتا کہ تندوا رقص کو عام پبلک میں پیش کرنا مذہبی رسم کا حصہ ہے، پس یہ دعویٰ کہ درخواست گزار کو دستور کے آرٹیکل ۲۵ یا ۲۶ کے مفہوم میں عام گلیوں اور عام مقامات پر ایسا رقص کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے، قابل استزاد ہے۔“

دوران مسلم معاشرہ میں 'احمدیہ جماعت کی تخلیق اس کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظم حملہ ہے' وہ اس تنظیم کو اپنی سلامتی و یک جہتی کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرہ کی سماجی و سیاسی تنظیم کی بنیاد اس کے مذہب پر ہے' ایسی صورت حال میں احمدیوں کی طرف سے مذکورہ بالا القابات و اصطلاحات کا ایسے طریقے سے استعمال جسے مسلمان اپنی مقدس ہستیوں کی توہین اور بے حرمتی پر محمول کرتے ہیں' وہ امت کے اتحاد و یک جہتی اور توحی امن و سلامتی کے لیے خطرہ ہے جو امن و امان کی صورت حال کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ ماضی میں بار بار ہو چکا ہے۔

احمدیت اقبال کی نظر میں
احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال لکھتے ہیں۔ "میں قادیانی تحریک کے بارے میں اس وقت شکوک و شبہات کا شکار ہو گیا' جب نبی نبوت کا دعویٰ جو بانی اسلام کی نبوت سے بھی بڑھ کر ہے' قطعی طور پر پیش کیا گیا اور مسلم دنیا کو "کافر" قرار دیا گیا۔ بعد ازاں میراثک اس وقت عملی بغاوت میں بدل گیا' جب میں نے خود اپنے کانوں سے تحریک کے ایک پیر و کار کو پیغمبر اسلام کا ذکر توہین آمیز لہجے میں کرتے سنا"۔ دیکھئے

(Thoughts and Reflection
of Iqbal 1973 (Page. 293-197
Edition)

امرواقدہ یہ ہے کہ احمدیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت

مکتی فوج کی مذہبی رسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔
(iii) جہاں کوئی قانون کسی شخص سے یہ تقاضا کرے کہ وہ بیمار بچہ کو طبی علاج بہم پہنچائے خواہ وہ والدین کے مذہبی عقائد سے مطابقت نہ رکھتا ہو' تب بھی اس پر عمل کرنا ہوگا۔

(iv) مذہبی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلوک میں مطلق مساوات برتی جائے' حقیقتاً "چرچ آف انگلینڈ کی خصوصی حیثیت کا خیال رکھنا لازمی ہوگا" دیکھئے "The United Kingdom" bu G.W Keeton and D. Liayed pp. 67-68)

مذکورہ بالا موقف سے' جو کہ محولہ بالا ملکوں میں عام پایا جاتا ہے' یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مذہبی آزادی کو امن و امان یا امن عامہ اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ موقف اس اصول پر مبنی ہے کہ ریاست کسی کو اپنے حقوق سے استفادہ کرتے وقت دوسروں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا سلب کرنے کی اجازت نہیں دے گی' اور یہ کہ کسی کو اس امر کی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ کسی دوسرے طبقہ کے مذہب کی توہین کرے' نقصان پہنچائے یا بے حرمتی کرے یا ان کے مذہبی احساسات کو مشتعل کرے' یہاں تک کہ امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے جب کہیں اور جہاں کہیں ریاست یہ باور کرنے کی وجوہ رکھتی ہو کہ امن و امان خراب ہو جائے گا یا دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے' جس سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے' تو وہ مجاز ہے کہ ایسے کم سے کم انسدادی اقدامات بروئے کار لائے جو قیام امن و امان کیلئے ضروری ہوں۔

مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزی راج کے

امریکی عدالتوں نے اسی طرح کی صورتوں کی بابت قرار دیا کہ اس سے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ جناب شریف الدین پیرزادہ نے اپنی تصنیف "Fundamental Rights and Constitutional Remedies in Pakistan" (Edition 1966) صفحہ 313' 314 اور 317 پر لکھا ہے۔

(i) مقدمہ ہمنون "Hamilton Vs. Board of Regents of University of California, (1934, 293, U.S. 245)

میں طلباء نے سپریم کورٹ سے ایبل کی تھی کہ یونیورسٹی کی طرف سے لازمی فوجی تربیت کے بارے میں بنایا گیا قانون' ان کے مذہبی عقیدہ کے منافی ہے' تو عدالت نے ان کے دعویٰ کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ "حکومت پر عوام کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے امن و امان قائم رکھنے اور قانون کے نفاذ کو یقینی بنانے کی غرض سے اپنے لیے معقول قوت بہم پہنچائے۔ اسی طرح ہر شہری پر اس کی صلاحیت کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام دشمنوں کے مقابلہ میں حکومت کی مدد اور اس کا دفاع کرے"۔

(ii) بنیادی حقوق کے عذر کو مقدمہ زیر عنوان Commonwealth Plaisted (1889, 148 Mass, 375)

میں مساجد سٹیٹس کی سپریم کورٹ نے ایسے معاملہ میں مسترد کر دیا تھا جس میں گلیوں کو مذہبی اجتماعات کے لیے استعمال کرنے یا ڈرم بجانے پر قانوناً پابندی تھی' حالانکہ وہ بعض تنظیموں مثلاً

لمہ سے "اس بنا پر الگ کر لیا ہے اور مسلمانوں کو تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان، مرزا غلام احمد دہلوی، بانی جماعت احمدیہ، کو پیغمبر اور مسیح موعود یوں نہیں مانتے۔ یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی آیات کے تحت اپنایا گیا ہے، جو برملا کہتا تھا کہ

(الف) "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان بت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نادمہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے عوی کی تصدیق کرتا ہے مگر رندوں (بدکار پورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مرگادی گئی ہے وہ مجھے نہیں مانتے۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۳، ۵۳۸).... (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۵۳، ۵۳۸، ج ۵) ایک "ٹہنی" نے جو زبان استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا ہے، وہ قابل غور ہے۔

(ب) ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کیتوں سے بڑھ گئی ہیں۔" (مجم اہدئی از غلام احمد قادیانی، ص ۱۰) (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۵۳، ج ۱۳)

(ج) مرزا غلام احمد کے حوالہ سے اس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے (جو کہ اس کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ "الفضل" مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی

مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ ورشتہ کے بارے میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ "مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ سے یہ

بحث چلی آرہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے دنیا کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا نہیں۔ ایک نقطہ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کر دیے تھے اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔

جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے ان کی تعلیم دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جاسکتی ہے، دوسرا نقطہ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت اور بعض دوسرے مسائل پر ہے، ان کے مطابق یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ کی ذات، قرآن، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا۔"

(د) "اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا، اور

تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا، اور تیرا مخالف رہے گا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جنسی ہے۔" اشتہار معیار الاخیار، منجانب مرزا غلام احمد قادیانی، ص ۸ (مندرجہ مجموعہ اشتہارات

ص ۲۷۵، ج ۳)

(ہ) اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا۔

"پس یاد رکھو کہ جبکہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قلعی حرام ہے کہ کسی کافر اور کذب یا متروک کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔" اربعین نمبر ۳، ص ۲۸ (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۱۷، ج ۱۷)

(د) "اب ظاہر ہے کہ ان العلامت میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جنسی ہے۔" (انجام آتھم، از مرزا غلام احمد قادیانی، ص ۶۲) (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۶۲، ج ۱۱)

(ز) "جو میرے مخالف تھے، ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔" (نزل المسیح قادیان، ۱۹۰۹ء، ص ۳) (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۳۸۳، حاشیہ، جلد ۱۸)

(ح) "جو مجھے نہیں مانتا، وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔" (حقیقت الوحی، ۱۹۰۶ء، ص ۱۶۳-۱۶۴) (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۱۶۸، جلد ۲۲)

(ط) کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز

پڑھنے میں کیا حرج ہے، جو انہیں کافر نہیں سمجھتے، تو انہوں نے اپنے طویل جواب کے آخر میں کہا "یہ اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں، تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تاکہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو"۔ (بد ۲۳ ص ۱۹۰۸ء جیسا کہ اسے مجموعہ فتاویٰ احمدیہ، جلد اول ۳۰۷ پر نقل کیا گیا ہے)

(ی) "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں"۔ (دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی کا خط ڈاکٹر عبد اکلیم خان پٹیالوی کے نام، حقیقت الوحی، صفحہ ۱۲۳) (مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۲۷ جلد ۲۲)

(ک) "اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بگو اس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں"۔ (دیکھئے انوار الاسلام از مرزا غلام احمد، ص ۳۰) (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۳۱ جلد ۹)

اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نہ صرف مرزا صاحب

کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء، اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

ظفر اللہ خاں کا قائد اعظم کے جنازہ میں شرکت سے انکار

سر محمد ظفر اللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ زمیندار، لاہور، مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۰ء)

۵۸۔ مرزا غلام احمد نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

۵۹۔ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا غلام احمد کے فرزند اور "ظلیفہ مانی" سے منسوب یہ بیان بھی قابل غور ہے:

"یہ کہ ایک سفارت کار کی معرفت میں نے انگریز افسر سے درخواست کی کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے جداگانہ حقوق کا تعین کیا جائے۔ افسر نے جواب دیا کہ وہ اقلیتیں ہیں جبکہ تم ایک مذہبی فرقہ ہو، اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی مذہبی برادریاں ہیں، اگر انہیں جداگانہ حقوق دیئے جاسکتے ہیں تو ہمیں کیوں نہیں"۔ (

روزنامہ "الفضل" قادیان، ۱۳ نومبر ۱۹۳۶ء)

اسلام اور احمدیت میں بُعد

۶۰۔ پس یہ ظاہر ہے کہ خود احمدیوں کے نزدیک دونوں فرقے یعنی احمدی اور بڑی جماعت بیک وقت مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک فرقہ مسلمان ہے تو دوسرا یقیناً "اسلام سے خارج ہے۔ مزید برآں احمدیوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ انہیں جداگانہ وجود سمجھا جائے اور وہ دوسروں سے علیحدہ اور مختلف حیثیت رکھنے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔

مسلمانوں کی بڑی جماعت نے کبھی احمدیوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا، احمدی علیحدہ اور جداگانہ حقوق کے ساتھ اقلیت شمار ہونے کو بھی تیار تھے۔ ایک مذہبی برادری کے طور پر وہ یا تو مسلمانوں کے مخالف ہیں اور ہمیشہ کوشاں رہے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ یا حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا تاہم ایک اقلیت ہونے کی بنا پر وہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکے۔

دوسری طرف مسلمانوں کی بڑی جماعت نے جو مرزائیوں کے مذہب کے خلاف، اس کے آغاز ہی سے مہم چلا رہی تھی، ستمبر ۱۹۷۳ء میں ایک فیصلہ کیا اور انہیں آمین کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ کوئی اچانک اور نیا غیر مطلوب فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش کے مطابق اقدام تھا۔ صرف سمیتیں بدل گئی تھیں، اس لیے، احمدی، قانون اور دستور کی رو سے غیر مسلم ہیں اور ان کی پسند کے مطابق مسلمانوں کے برعکس اقلیت ہیں۔ لہذا انہیں ایسے القابات و اصطلاحات اور شعائر اسلامی کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور انہیں بجا طور

پر ان کے استعمال سے روکا گیا ہے۔

جیسا کہ اوپر دکھایا گیا پاکستان کے دستور میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے، بلاشبہ وہ ایک غیر اہم اقلیت ہیں اور مسلمانوں نے ان کے عقائد کی بنا پر انہیں طہ سمجھتے ہوئے غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا گیا اس سے قطع نظر عدالتوں نے اکثریت سے اختلاف کرنے والوں کو نکال باہر کرنے کا اختیار مذہب یا مذہبی فرقہ کی اکثریت کے حق میں تسلیم کیا ہے اور بھارت کی سپریم کورٹ نے ایسی کارروائی کو روکنے والے قانون کو دستور کے منافی قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں سیدنا طاہر سیف الدین بنام ریاست، بمبئی وغیرہ (اے آئی آر ۱۹۶۳ء ایس سی ۸۵۳) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے، جس کے پیرا نمبر ۳۰ میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا "یہ چیز صاف نظر آ رہی ہے کہ جہاں کسی کو دین سے خارج کرنے کی بنیاد مذہبی وجوہات پر ہو وہاں کٹر مذہبی عقیدہ یا نظریہ میں ایسی لغزش مذہبی قانون کے تحت (جو مذہبی قانون کے تحت الحاد عقیدہ سے انحراف یا فرقہ بندی کی طرح ہو) یا کسی معمول کو ترک کرنا جسے داؤدی بوہرہ فرقے والے اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھتے ہوں، کسی کو مذہب سے خارج کرنے کی بابت اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مذہب کی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہبی وجوہات پر کسی کو مذہب سے خارج کرنے کے اختیار کا استعمال مذہبی معاملہ میں سربراہ کے ذریعے اس کیونٹی کی انتظامیہ کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ تنازعہ ایکٹ کے ذریعے یہ کارروائی کی گئی ہے اور برادری کے سربراہ کی حیثیت سے "داعی" کا یہ اختیار چھین لیا ہے کہ وہ مذہبی اسباب کی بنا پر بھی کسی کو اپنے مذہب سے

خارج نہیں کر سکتا۔ پس یہ واضح طور پر داؤدی بوہرہ برادری کے اس حق میں مداخلت کرتا ہے جو اسے دستور کے آرٹیکل ۲۶ کی شق (ب) کے تحت حاصل ہے۔

پیرا ۴۱۱ یہ کہ کسی برادری سے اس کے کسی رکن کا اخراج بلاشبہ اس کے بہت سے شہری حقوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس مخصوص مذہبی گروہ کے قبضہ میں بہت سی جائیداد و املاک ہیں اور انہیں خارج کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ برادری سے خارج کیا گیا شخص ایسی جائیداد کے حقوق ملکیت سے محروم ہو جائے گا۔ شاید ایسا سوچنا کسی کو اچھانہ لگے کہ کیونٹی کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس طریقہ سے کسی رکن کے شہری حقوق چھین لے۔ تاہم آرٹیکل ۲۶ (ب) کے تحت دیا گیا حق شہری حقوق کی حفاظت کے تابع نہیں ہے، آرٹیکل ۲۶ میں لگائی گئی صریح پابندی یہ ہے کہ یہ حق آرٹیکل کی متعدد شقوں کی رو سے قانون عامہ اخلاق اور صحت کے تابع رہتے ہوئے قائم رہے گا۔ بہت حد تک (اے آئی آر ۱۹۵۸ ایس سی ۲۵۵) میں قرار دیا تھا کہ آرٹیکل ۲۶ (ب) کے تحت دیا گیا حق آرٹیکل ۲۵ کی شق ۲ کے بھی تابع ہے۔

حتیٰ کہ پریوی کونسل نے بھی حسین علی و دیگران بنام منصور علی و دیگران (اے آئی آر ۱۹۳۸ پی سی ۶۶) میں کسی مذہب کے بڑے حصہ کا ایسا ہی اختیار تسلیم کیا ہے، مذکورہ بالا فیصلہ کے پیرا نمبر ۵۳ میں ججوں نے جو رائے ظاہر کی ہے، اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ "اگلا سوال یہ ہے آیا داعی مطلق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اپنے فرقہ میں سے خارج کر دے۔ بلاشبہ جج اور اماموں نے ایسا کیا تھا۔ ایسے اختیار کے

استعمال کی وجوہات اور اس کے اثرات پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ سرسوت اتنا کتنا ضروری ہے کہ اس برادری میں وقتاً فوقتاً "داعی کی طرف سے اس اختیار کے استعمال کی مثالیں موجود ہیں۔"

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، احمدیوں نے بھی اپنی مرضی سے ہمیشہ یہ چاہا کہ مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ان کی جداگانہ حیثیت ہو، عام حالات میں انہیں اپنے مقصد کے حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا، خصوصاً جب خود آئین نے ان کے لیے اس کی ضمانت دی، ان کی مایوسی و برہمی کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی ماندہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور اسلام کا دم چھلانے کے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے۔ پس انہیں شکوہ ہے کہ انہیں ملت اسلامیہ سے غیر منصفانہ طور پر خارج کیا گیا اور غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی برہمی اور آزدگی کی وجہ یہ لگتی ہے کہ اب وہ اسلام سے بے خبر اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کی اسکیم پر کامیابی سے عمل نہیں کر سکتے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ وہ اسلامی القابات و اصطلاحات کو غصب کرنا چاہتے ہیں، کلمہ کا اظہار کرتے اور اذان دے کر خود کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں، اور اسلام کے بردہ میں قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت کرنے کے خواہش مند ہیں، ایسا لگتا ہے کہ غیر مسلم کابیل ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

احمدیوں کی اس خواہش نے کہ مسلمانوں کے ہمنام قابل احترام شعائر پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کر لیا جائے، اس لیے جنم لیا کہ وہ اپنے مذہب کو شکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے، اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت و

درج ہیں، اس قدر فیرواضح ہیں کہ معصومانہ اور مجرمانہ طرز عمل کے مابین کوئی خط امتیازی نہیں کھینچا جاسکتا یا اس قانون کی من مانی اور امتیازی تفسیر کے نمایاں خطرات موجود ہیں، یا یہ کہ وہ حقیقت میں اتنا مبہم ہے کہ عام آدمی اس کے مفہوم کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکتا ہے، اس کے اطلاق کی بہت اختلاف رائے ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈکشنری کے مطابق "Pose" کے معنی ہیں "دعوئی کرنا" یا کوئی تجویز غور و خوض کے لیے پیش کرنا موجودہ معاملہ میں قانون کے مخاطب قادیانی یا لاہوری گروپ کے ارکان ہیں۔ وہ عقائد کے حوالہ سے امت مسلمہ کے بڑے حصہ کے ساتھ سنگین اختلافات و تنازعات کا طویل پس منظر رکھتے ہیں۔۔۔

ان متنازعہ عقائد پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ مجیب الرحمن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ ایف ایس سی ۸) نامی مقدمہ میں نیز قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں کسی قدر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب خود نبی تھے اور جو ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کافر ہیں۔ احمدی، مرزا صاحب کے متعلقین کے لیے مذکورہ بالا اسما و القاب وغیرہ استعمال کا حق محض اس تعلق کی بنا پر جتاتے ہیں اور اسے اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پس یہ شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جانے والا سوال ہے کہ ملزمان نے فی الواقع ایسے القاب و اصطلاحات کا استعمال کیا یا اس کا رویہ اور طرز عمل، اس کے مترادف تھا، جو کچھ قانون کا

"Vague" کے معنی ہیں۔ غیر واضح، غیر یقینی، سمجھ میں نہ آنے والا، مبہم" اس اصول کے مطابق کوئی قانون جو کسی شخص کو واضح طور سے یہ نہیں بتاتا کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس بات سے منع کیا گیا ہے، وہ دستور کے خلاف اور "مناسب طریق عمل" کے متنافی ہے۔ ایپل کنڈگن نے بھارتی عدالتوں کے صادر کردہ نیز نظام ضمیر بنام اے۔ بی فونڈ کر (پی ایل ڈی ۱۹۵۶ ایس سی ۱۵۶) میں عدالت ہڈا کے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے، وہ اس معاملہ میں متعلقہ نہیں ہیں، دلیل دی گئی کہ جملہ "جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے، موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے" بہت ہی وسیع اور پھیلا ہوا ہے۔ انتہائی فیرواضح اور سیماب و ش ہے، بہت ہی غیر معین اور غیر یقینی ہے، جسے ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا اور پہلے سے یہ پیش بینی نہیں کر سکتا کہ متقنہ نے کون سے کاموں سے منع کیا ہے اس لیے اسے قانون نہیں کہا جاسکتا، پس اسے منسوخ کیا جائے۔

اس عملی مقولہ کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ اگر کوئی قانون متقنہ کے لیے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جائے یا کوئی قانون کسی بنیادی حق میں مداخلت کرے، یا کوئی قانون خصوصاً فوجداری قانون مبہم، غیر یقینی یا بہت وسیع ہو، تو اسے اعتراض کی حد تک باطل قرار دے کر منسوخ کر دینا چاہیے۔ بہر حال ایپل کنڈگن نے یہ ظاہر کیا واضح نہیں کیا کہ ابہام کہاں ہے۔ اپنے مقصد میں کاپیالی حاصل کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنا ان پر لازم تھا کہ جرم کے اجزائے ترکیبی، جیسا کہ وہ قانون میں

مزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے، بہر حال آئین بھی ان کے راستہ میں حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر، یہ دعویٰ کرنا اسے غور و خوض کے لیے پیش کرنا ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے نہ صرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی متنافی ہے اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن و امان کی سنگین صورت حال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے۔ تحریری یا زبانی الفاظ، ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے، نیز وہ سزائے جرم کا مستوجب بھی ہوگا۔"

اعتراض بطور خاص اس جملے پر کیا گیا ہے "خود کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرے۔" بلیک کی قانونی لغت black's Law Dictionary کے مطابق لفظ

لفظ سے اگر کوئی قانون اس قدر سہم اور غیر واضح ہو کہ:

”عام سمجھ بوجھ کے حامل افراد اس کے مفہوم و معانی کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکیں لیکن اس کے اطلاق کی بابت متفق نہ ہوں تو وہ قانون باطل اور بے اثر ہے“ دیکھیے (Connally Vs. General Construction Coy.

(1926)269 U.S.385-391)

ایسا ابہام اس وقت واقع ہوتا ہے جب کوئی متفقہ قانون سے تحفظ کے اخراج کو ایسے غیر واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ گناہ سے پاک اور گناہ آلود

طرز عمل کے مابین خط امتیاز کھینچنا قیاس و اندازہ کا کام بن جاتا ہے اور یہ کہ قانون نافذ کرنے والے حکام کی

صوابدید کو اس سے وابستہ من مانے اور امتیازی فلاح کے خطرات کو صریح قانونی معیار کے ذریعے محدود کیا

جائے اس دلیل کو مذکورہ بالا مقدمہ سے کوئی مدد نہیں ملتی کیونکہ اس قانون کے مندرجات آئین اور

شعائر اسلام کی روشنی میں بالکل واضح اور صاف لگتے ہیں۔ یہ قانون کسی بھی قانونی مفہوم میں مبہم نہیں

ہے، اس چیز پر پہلے تفصیل سے بحث ہو چکی ہے کہ امن و امان کو تحفظ فراہم کرنے والے قانون کو دنیا

کے کسی ملک میں ظالمانہ فیصلے سمجھا گیا۔ مزید برآں دنیا کا کوئی قانونی نظام کسی کیونٹی کو نواہد کسی قدر

بوسنے والی، منظم، خوشحال یا اثرورسوخ کی مالک کیوں نہ ہو، دو سروں کو ان کے مذہب یا حقوق کے بارے

میں وغاہینے، ان کے ورثہ کو ہتھیانے اور قصداً،

مرداً ایسے کام کرنے یا تدابیر اختیار کرنے کی اجازت

نہیں دی جاسکتی جن سے امن و امان کی صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

اپیل کنندگان کی دوسری گزارش کہ آرٹیکل ۲۰ میں استعمال کردہ ترکیب ”Subject to Law“

”Law“ میں لفظ ”Law“ سے مثبت قانون مراد ہے، اسلامی قانون نہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل

مقدمات پر انحصار کیا گیا ہے جن کی سماعت عدالت ہذا نے کی تھی۔

۱۔ عامہ جیلیائی کیس۔ پی ایل ڈی ۱۹۷۲ ایس سی ۱۳۹

۲۔ بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ایف بی علی بنام سرکار پی ایل ڈی ۱۹۷۵ ایس سی ۵۰۶

۳۔ وفاق پاکستان، ہلال یونائیٹڈ شوگر ملز لینڈ کراچی، پی ایل ڈی ۱۹۷۷ ایس سی ۳۹۷

۴۔ فوجی فاؤنڈیشن بنام شمیم الرحمن پی ایل ڈی ۱۹۸۳ ایس سی ۳۵۷

بہر حال ہمیں اس اعتراض نے قطعاً متاثر نہیں کیا۔

اصطلاح ”Positive Law“ سے بلیک کی قانونی لغت کے مطابق وہ قانون مراد ہے جو اصلاً

نافذ کیا گیا ہو یا کسی مجاز حاکم نے منظم قانونی معاشرہ کی حکومت کے لیے اختیار کیا ہو۔ پس یہ اصطلاح نہ

صرف وضع کردہ قانون پر ملوئی ہے بلکہ اختیار کردہ قانون پر بھی، ہر بات قابل غور سے کہ اوپر جن

مقدمات کا حوالہ دیا گیا ہے، ان کے فیصلے آرٹیکل ۲۰ الف کے آئین کا جزو بننے سے پہلے صادر کیے گئے

تھے۔ آرٹیکل ۲۰ الف کی عبارت اس طرح ہے۔

۲۔ الف ’قرارداد و مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی۔

ضمیمہ میں نقل کردہ قرارداد و مقاصد میں بیان کیے گئے اصول اور احکام کو بذریعہ حذا دستور کا

مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بجنسہ موثر ہونگے۔“

پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ ہوا کہ قرارداد و مقاصد کو جو اس سے پہلے ابتدائی کے طور پر ہر

دستور کا جزو رہی تھی، ۱۹۸۵ء میں آئین کاموثر حصہ قرار دے کر، اس میں شامل کر لی گئی۔ یہ کسی قانون

کے متن کو بذریعہ حوالہ اپنانے کا عمل تھا، اس سے وکلاء بے خبر نہیں۔ ایسا عموماً اس وقت کیا جاتا ہے

جب کسی نئے قانونی نظام کی ترمیم یا منسوخ کاری میں آتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ہر بار مثل لاء کے نفاذ یا

دستوری نظام کی بحالی کے موقع پر ایسا کیا گیا۔ متفقہ نے انگریزی رائج کے دوران بھی بعض اسلامی اور

دیگر مذہبی رسم و رواج پر مبنی قوانین کو اسی طریقہ سے اپنایا تھا اور انہیں مثبت قوانین سمجھا گیا تھا۔

یہی وہ مرحلہ تھا جب عوام کے منتخب نمائندوں نے پہلی بار اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو

دستور کے مستقل و موثر حصہ اور ان کے لیے واجب تعمیل کے طور پر قبول کر لیا اور یہ عہد کیا کہ

وہ محض تفویض کردہ اختیارات کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہنے ہوئے استعمال کریں گے، اعلیٰ

عدالتوں کے عدالتی نظریاتی کے اختیار میں بھی توسیع نہ ہوگی۔

پریم کورٹ نے مذکورہ بالا تہذیبی کاموثر ہونا

اطلاق کیا جائے گا، جیسا کہ پہلے کیا گیا ہے۔
 پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں ہے، منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنایا ہے، معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں، اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔
 آرٹیکل ۲۔ اے نے اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو موثر اور واجب التحمل بنادیا ہے۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قرار و مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لیے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں مذکور ہیں، مطابق ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات و تعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں۔

یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ دستور کے آرٹیکل ۱۹ میں استعمال کردہ ترکیب ”اسلام کی عظمت“ سے آرٹیکل ۲۰ کی رو سے دیئے گئے بنیادی حقوق کے بارے میں فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ آرٹیکل ۱۹ جس میں تقریر اور اظہار خیال اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، انہیں معقول پابندیوں کے تابع بنانا ہے جو عظمت اسلام، تہذیب و شانستگی یا اخلاق کے مفاد میں از روئے قانون عائد کی گئی ہیں۔ وہاں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں، انہیں کسی دوسرے بنیادی حق پر لاگو نہیں کیا جاسکتا اس لئے کسی بنیادی حق میں شامل کوئی چیز جس سے احکام اسلام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، لازماً اس کے منافی ہونی چاہیے۔ یہاں۔

قبول کیے گئے اختیار کو ایسے استعمال کرنا چاہیے کہ اس سے امانت کے اغراض و مقاصد کی حفاظت ہو سکے، اسے تباہی سے بچایا جاسکے، پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے اور فروغ دیا جاسکے۔

ایسا اختیار رکھنے والے کو ایک امین کی طرح ہر سطح پر اور ہر وقت محاسبہ کے لیے تیار رہنا چاہیے، جیسے نظام مراتب میں وہ اختیار عطا کرنے والے کو لوٹ جاتا ہے اور دوسری طرف امانت سے استفادہ کرنے والے دونوں تک اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

اپنا فرض ادا کرنے اور اس عطا کردہ اختیار کو استعمال کرنے میں نہ صرف حقیقی تعمیل ہونی چاہیے بلکہ ضابطہ جاتی و پابندی بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔

معاملہ کے اسی پہلو کو سپریم کورٹ نے وفاق پاکستان بنام حکومت صوبہ سرحد (پی ایل ڈی ۱۹۹۰ ایس سی ۷۲) نامی مقدمہ میں صفحہ ۷۵ پر اس طرح کھول کر بیان کیا ہے۔

”قرار دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر مطلوبہ قانون ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ تک وضع یا نافذ نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا حکم ۱۳ ربیع الاول کو غیر موثر ہو جائے گا۔ خلاء کی اس حالت کے مقابلہ میں اس موضوع پر وضع کردہ قانون، عام اسلامی قانون، نقل و جرح کے جرائم سے تعلق رکھنے والے اسلامی احکام جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ اس موضوع پر متعلقہ قانون ہیں، پھر مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کا ضروری تہذیبوں کے ساتھ صرف اس طرح

تسلیم اور قبول کر لیا ہے۔ جسٹس نسیم حسن شاہ (سابق چیف جسٹس) نے پاکستان بنام عوام الناس (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ ایس سی ۳۰۳ کے صفحہ ۳۵۶ پر) عوامی نمائندوں کے بدلے ہوئے اختیار پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

”چنانچہ جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ مظاہرہ میں بیٹھنے والی مسلمانوں کی جماعت نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا سنت نبوی یا کسی اصول کی رو سے، جو ان کے لازمی مفہوم سے مانوڑ ہو، ممانعت کی گئی ہو، تو کوئی عدالت ایسے قانون کو غیر اسلامی قرار نہیں دے سکتی۔“

جسٹس شفیع الرحمان نے اس مقدمہ میں اپنا فیصلہ قلمبند کرتے ہوئے آرٹیکل ۲۔ اے (قرار و مقاصد) کی روشنی میں صفحہ ۳۳۲-۳۳۱ پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔ تفویض کردہ اختیار کو مقدس امانت کے طور پر قبول کرنے کے تصور کو، جو کہ سورہ النساء کی آیت نمبر ۵۸ میں بیان ہوا ہے، غیر متبادل انداز میں اور تضاد کے بغیر وسیع مفہوم دے دیا گیا ہے علاوہ ازیں چونکہ تمام اختیار و اقتدار تفویض کردہ ہے اور اس فرض کے لیے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے استعمال کی حدود لازماً متعین و مقرر ہونی چاہئیں۔ قرآن حکیم میں بھی اور مغربی و مشرقی دونوں اہل فقہ میں تفویض کردہ اختیار سے حسب ذیل خصوصیات وابستہ کی گئی ہیں۔ اسی طرح عطا کردہ اور ریاست کے مختلف حکام جمہول سربراہ حکومت کی طرف سے بطور امانت

بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی احکام، جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں منضبط ہیں، اقلیتوں کے حقوق کی بھی ایسے تسلی بخش طریقہ سے عنایت دیتے ہیں کہ کوئی ظالم انون اس کے برابر کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ کوئی قانون ان میں زبردستی مدخلت نہیں کر سکتا۔ یہ کتنا درست نہیں کہ آرڈیننس میں اذان کا

ذکر نہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸- (ب) کی ذیلی دفعہ (۲) کہتا ہے اس کے لیے وقف کی گئی ہے، آرڈیننس کی روشنی میں احمدیوں کی طرف سے کلمہ کے استعمال کے متعلق دفعہ ۲۹۸ (ج) سے رجوع کیا جاسکتا ہے، کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے، یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے، جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کی اظہار کے لیے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں۔ ”خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔“ اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد (نعوذ باللہ) حضرت محمد کا بروز ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب ”ایک لفظی کا ازالہ“ (اشاعت سوم، ربوہ صفحہ ۴) میں لکھا ہے:

”سورہ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ کے نزول میں محمد کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے..... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا۔“

(مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۰۷ جلد ۱۸)

روزنامہ ”بدر“ (قادیان) کی اشاعت ۲۵

اکتوبر ۱۹۰۶ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر ”Review of Religions“ کی ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے ”محمد پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آگئے ہیں، جو کوئی محمد کو ان کے مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متحمل ہو، اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے۔“

”محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے بڑھ کے ہیں اپنی شان میں محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں“ یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔

(روزنامہ الفضل قادیان، ۲۲ اگست ۱۹۳۳ء)

علاوہ ازیں ”اربعین“ (جلد ۲، صفحہ ۱۷) میں اس نے دعویٰ کیا ہے۔

”سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔“

(مندرجہ روحانی خزائن، ص ۳۳۵-۳۳۶ جلد ۱۷)

خطبہ المامیہ (صفحہ ۱۷۱) (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۵۹ جلد ۱۶) میں اس نے اعلان کیا:

”جو کوئی میرے اور محمد ﷺ کے مابین تفریق کرتا ہے، اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانتا ہے۔“

مرزا غلام احمد نے مزید دعویٰ کیا ہے:

”میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں محمد کا جمل ہوں۔“

(دیکھئے حاشیہ حقیقت الوحی، ص ۷۲)..... (مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۲)

”سورہ الجمعہ ۱۳“ کی آیت نمبر ۳ کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے۔ (وہی ہے جس نے ایہوں کے اندر ایک رسول، خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں، اس کی آیات سنا تا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تحسیم بتایا۔“

(دیکھئے ایک لفظی کا ازالہ، شائع شدہ از ربوہ، ص ۱۰-۱۱)..... (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۱۳ جلد ۱۸)

”میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے۔“ (نزول المسیح، ص ۳۸، شائع شدہ قادیان اشاعت، ۱۹۰۹ء)..... (دیکھئے ایک لفظی کا ازالہ، ص ۸، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۱۳ جلد ۱۸)

اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایسا نبی ہے، جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ بے دین ہے، بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تشکیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول

دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی ایک جگہ رقم طراز ہے۔

”جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیے گئے تھے وہ سب رسول اکرم کو عطا کیے گئے“ پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، یونس، سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم، ص ۷۰، شائع شدہ ریوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے

” حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور

مطہر ہے۔ تین تائیاں اور داریاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“ ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ، ص ۷۰..... (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۹۱، جلد ۱۱)

اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰ ان کی والدہ اور خاندان کی بروائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورہ آل عمران (۳) کی آیات ۳۳ تا ۳۷، ۳۵ تا ۳۷، ۳۵ تا ۳۷، سورہ مریم (۱۹) کی آیات ۱۶ تا ۳۲ کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر اس کی مذکورہ بالا تحریروں کی بنا پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ ۱۱۶ء کے

مزید یہ کہ ” رسول اکرم ﷺ نصاریٰ کا تیار کردہ پتھر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملا تے تھے۔“ (الفضل، قادیان، ۲۳ فروری ۱۹۲۳ء)

مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ”کلمۃ الفضل“ (صفحہ ۱۱۳) میں لکھا:

” مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ نعلی نبی کہلائے، پس نعلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لاکھڑا کیا۔“

اس طرح کی اور بہت سی تحریروں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں پار نہیں کرنا چاہتے۔

ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو ماننا اور اس کا احترام کرتا ہے اس لیے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی، جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حسے کی سنگینی پر ہے۔ ہائیکورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھنائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ وہ خود لیتا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے، صرف

اکرم ﷺ کی تعلیمات، صورت حال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورت حال ہو، ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت و شان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ تحفہ گوڑویہ (صفحہ ۱۶۵) مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۶۳، جلد ۱۷ میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

” پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے، میں نے اس کی تکمیل کی۔“ ایک اور کتاب میں لکھا ہے:

” رسول اکرم ﷺ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔“ (دیکھئے ازالہ اللادہام، لاہوری طبع، ص ۳۳۶)..... (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۳۷۲-۳۷۳، جلد ۳) اس نے مزید دعویٰ کیا:

” رسول اکرم ﷺ تین ہزار معجزے رکھتے تھے۔“ (تحفہ گوڑویہ، ص ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۱۵۳، جلد ۱۷)

” جبکہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں۔“ (براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۵۶، روحانی خزائن، ص ۷۲، جلد ۲۱)

نشان، معجزہ، کرامت ایک چیز ہے۔ براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۵۰، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۶۳، جلد ۲۱)

تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریز عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی، مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

جہاں تک رسول اکرمؐ کی ذات گرامی کا تعلق ہے، مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

”ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو“ لازم ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔“

(صحیح بخاری کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد اذرام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مولو جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جوش، تفریبات کے موقع، احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس رد عمل کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دیدی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کی مترادف ہو گا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے

جو رویہ کی آہدی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے عہدیداروں کے توسط سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے مطلع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آرائشی دروازے، بینرز اور لائٹنگ کا سامان بنائیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ دیواروں پر اشتہار نہیں لکھے جائیں گے، ایبل کنڈگن یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ مذکورہ بالا معمولات اور کام ان کے مذہب کے لازمی تکمیلی ارکان ہیں۔ حتیٰ کہ صد سالہ تقریبات کے گلیوں اور سڑکوں پر انعقاد کے بارے میں بھی ثابت نہیں کیا جاسکا کہ وہ ان کے مذہب کا لازمی اور ناگزیر جزو تھیں۔

اس سوال پر کہ آیا ایسا تقاضا مذہبی آزادی کا حصہ ہے یا نہیں جبکہ وہ عام لوگوں کی سلامتی، قانون اور امن عامہ کے تابع ہو، آسٹریلیا اور امریکہ جیسے ملکوں میں جہاں بنیادی حقوق کو سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے، صارفین کے فیصلوں کی روشنی میں پہلے ہی تفصیلی بحث ہو چکی ہے، ہم نے بھارت میں ہونے والے فیصلوں کا حوالہ بھی دیا ہے، کہیں بھی ایسے معمولات کو جو نہ تو مذہب کا لازمی جزو ہیں نہ تکمیلی حصہ، لوگوں کی سلامتی اور امن و امان پر بہت نہیں دی جاتی، بلکہ مذہب سے متعلق اساسی و بنیادی معمولات کو لوگوں کی سلامتی اور امن و آشتی کی قربان گلوں پر قربان کر دیا گیا۔

ایبل کنڈگن کی طرف سے کیا گیا ہے کہ وہ احمدیہ تحریک کی صد سالہ سالگرہ کی تقریبات میں۔ دوسری باتوں کے علاوہ شکرانہ کی خصوصی نمازیں ادا کر کے، بچوں میں مضامین پانٹ کر اور غرامہ و

کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے) رد عمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیچ یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے، یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام ثانی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجے میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن و امان برقرار رکھا جاسکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جاسکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے، یہ عدالت انہیں کا حکم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین بیچ ہیں تو لکتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

جس کارروائی کے نتیجے میں زیر بحث ایپلوں کی سماعت کی نوٹ آئی۔ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے زیر دفعہ ۱۳۴ ضابطہ فوجداری کا جاری کردہ حکم ہے۔ ریڈیفنڈٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ جماعت کو

مقدمہ کے حقائق میں دستور کے آرٹیکل ۲۰ کا سامرا لیا گیا ہے نہ ہی اس آرٹیکل کا کوئی میرٹ بنتا ہے، پس یہ آرٹیکل خارج کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجے میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامعلوم کی جاتی ہیں۔

دستخط

جسٹس عبدالقادر چودھری

جسٹس عمر افضل لون

جسٹس دلی محمد خاں

••

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فاضل سنگھ بیچ نے ایک تفصیلی اور بڑا معتول حکم جاری کیا ہے اور بڑی دائیلی اور دیانتداری کے ساتھ متعدد غیر ملکی فیصلوں سے مثالیں دی ہیں، جس سے اس انتہائی حساس غیر مسلم اقلیت (احمدیہ جماعت) میں اعتماد پیدا ہو گا۔ اس لیے ہم ریکارڈ کو مزید وزنی کیے بغیر ان کے استدلال کو بھی قبول کرتے ہیں، پس آرڈیننس کے بارے میں قراردادیا جاتا ہے کہ وہ آئین سے باہر نہیں ہے جس کے نتیجے میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو

مساکین میں کھانا تقسیم کر کے پر امن اور بے ضرر طریقے سے منانا چاہتے تھے، ہمارے سامنے ایسی سرگرمیوں کو فوجی طور پر انجام دینے سے روکنے والا کوئی حکم پیش نہیں کیا گیا۔ احمدی دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان کے اس حق کو قانون یا انتظامی احکام کے ذریعے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہر حال ان پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے، نہ ہی ان کے مخصوص خطابات، القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہئیں نیز مخصوص نام مثلاً "مسجد اور مذہبی عمل مثلاً" اذان وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور لوگوں کو عقیدہ کے بارے میں گمراہ نہ کیا جائے یا دھوکہ نہ دیا جائے۔

ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات، مقالات اور معمولات کے لیے نئے خطابات، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطابات بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے توار، امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پر امن طور پر مناتے ہیں۔ اختلافیہ جو امن و امان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے، بہر حال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے

لہذا خبر لو ان کی جو "ربوے" میں خلافت کرتے ہیں

سید امین گیلانی

اک یوں بھی عبادت ہوتی ہے ہم یوں بھی عبادت کرتے ہیں ناموس رسول اکرم کے جل دے کے حفاظت کرتے ہیں اپنا نہ کوئی سمجھے ان کو دشمن ہیں یہ دین اور ملت کے یہ ختم نبوت کے منکر، توہین نبوت کرتے ہیں جینے کا ہمیں کچھ شوق نہیں، مرنے کی ہمیں کچھ فکر نہیں وہ مر کے بھی زندہ رہے ہیں جو حق کی حمایت کرتے ہیں حق پر تو کڑی نگرانی ہو باطل پہ کوئی بھی قید نہیں افسوس مسلمان ہو کر کیا ارباب حکومت کرتے ہیں ہم میں جو وطن کا مجرم ہو سر اس کا جدا تن سے کر دو لہذا خبر لو ان کی جو "ربوے" میں خلافت کرتے ہیں ہم برسرا میدان کھتے ہیں، سچ جھوٹ میں حاکم فرق کریں ہم وہ تو نہیں ہیں، چھپ چھپ کے جو ان کی شکایت کرتے ہیں



فرحت و تازگی
سے بھر پور
آپ کا
روح افزا
گلاس

روح افزا خالص قدرتی اجزا سے تیار عالمی مشروب۔
اپنے منفرد ذائقے اور تسکین بخش تاثیر کی بدولت بے شمار شائقین کا پسندیدہ۔
آپ بھی روح افزا کا لطف اٹھائیے، فرحت و تازگی پائیے۔

روح افزا کا ایک گلاس — کسی گرمی کیسی پیاس

راحتِ جاں
روح افزا
مشروبِ مشرق



میں گیارہ سو سال سے
تعمیر یافتہ عالمی مشروب
آپ کو تازگی اور فرحت
پہنچانے کے لیے تیار ہے۔

محمد طاہر رزاق

یونین کے صدر ارباب عالم کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔

ختم نبوت کے ہائی تشدد کرتے ہوئے یہ نعرے بھی لگا رہے تھے۔ مرزا قادیانی کی ہے 'تمہاری زندہ ہوا' محمدت مردود باو (نمود با اللہ) مرزا ناصر کی تہہ 'نشر کے مسئلے' ہائے ہائے۔۔۔ قادیانی اپنے ساتھ

عورتوں کو بھی لائے تھے جو طلباء کے پٹنے پر تلبیاں بجاتیں اور رقص کرتیں۔ اس سارے قادیانی لشکر کی قیادت موزوںہ قادیانی خلیفہ مرزا طاہر کر رہا تھا۔ قادیانی بد معاشوں نے طلباء کے کپڑے پھاڑ دیے 'گھڑیاں چھین لیں' جیتی سلمان اپک لیا۔ سنگل ہونے کے باوجود ربوہ کے قادیانی اسٹیشن ماسٹرنے گاڑی نہ چلنے دی تاکہ قادیانی اپنی آتش انتقام کو خوب ٹھنڈا کر سکیں۔ خدا خدا کر کے زخموں سے نڈھال طلباء کو لے کر گاڑی چلی۔ کسی طرح اس ظلم و بربریت کی خبر فیصل آباد پہنچ چکی تھی۔ غصے سے بھرا ہوا سارا شہر شیشوں پر کچھ چکا تھا۔ مہابد ختم نبوت مولانا تاج محمود ان طلباء کے لیے چشم براہ تھے۔ ڈی۔ سی۔ اے۔ سی۔ ایس۔ ایس۔ پی سمیت ساری انتظامیہ شیشوں پر موجود تھی۔ جو نئی ٹرین فیصل آباد پہنچی۔ شیشوں پر کھرام چھ گیا۔ لوگ جذبات میں آ کر رو رہے تھے۔ ان کے جذباتی نعروں سے سارا اسٹیشن گونج رہا تھا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مولانا تاج محمود پلیٹ فارم کی دیوار پر چڑھ گئے اور طلباء سے مخاطب ہو کر کہا:

"میرے بیٹو! تمہارے جسم سے بننے والے

اپنی وزارتیں اور نظارتیں تمہیں۔ غرضیکہ یہ پاکستان میں ریاست در ریاست تھی۔ طلباء کے واقعہ کے بعد بڑے قادیانی دماغ مل کر بیٹھے اور ان طلباء کو یادگار سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔ ۲۹ مئی کو چناب ایکسپریس میں طلباء پشاور سے واپس ملتان روانہ ہوئے۔ ربوہ سے پہلے اسٹیشن نشتر آباد کے قادیانی اسٹیشن ماسٹرنے طلباء کی بوگی پر چپکے سے نشان لگایا اور ربوہ کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر کو اس نشان زدہ بوگی کا نمبر بتایا۔ جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن پر ایک محشر پھا تھا۔ تقریباً "پانچ ہزار قادیانی غنڈے پستولوں، بندو قوں، فنجروں، کھواروں، لاشیوں، آہنی مکوں اور اینٹوں سے مسلح کھڑے تھے اور غصے سے چلا رہے تھے۔ یہ ہجوم سانپ کی طرح پھنکارا ہوا طلباء کی بوگی کی طرف پڑا۔ طلباء نے فوراً "کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیے لیکن ہجوم دروازے اور کھڑکیاں توڑ کر بوگی میں داخل ہو گیا اور قادیانی غنڈے ننتے طلباء پر پل پڑے۔ طلباء کو گھسیٹ گھسیٹ کر بوگی سے باہر نکالا اور پلیٹ فارم پر ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ طلباء خون میں نہانے۔ جسم زخموں سے بھر گئے۔

قافلہ امیر شریعت

فتح و کامرانی کی دہلیز پر

۲۲ مئی تا ۲ ستمبر تحریک ختم نبوت سنہ ۷۳ کی کہانی

یہ ۲۲ مئی ۱۹۷۳ء کا ایک روشن دن تھا۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے تقریباً سو طلباء شمالی علاقوں کی سیرو سیاحت کے لیے بذریعہ چناب ایکسپریس ملتان سے پشاور روانہ ہوئے۔ طلباء نے اپنی الگ بوگی بک کر رکھی تھی۔ ہتھے کھیلتے طلباء کی گاڑی جب ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رکی تو حسب معمول چند قادیانی نوجوان گاڑی کی مختلف بوگیوں میں داخل ہوئے اور قادیانیت کا لڑچجر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب طلباء کی بوگی میں کفر و ارتداد کا یہ لڑچجر تقسیم کیا گیا تو طلباء میں اشتعال پھیل گیا۔ جواباً انہوں نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ ہوا' قادیانیت مردہ ہوا کے زوردار نعرے لگائے۔ سٹی بی بی اور گاڑی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔ لیکن طلباء کی اس جرأت سے ربوہ کے قصر خلافت میں ایک زلزلہ آیا کیونکہ ربوہ شہر میں قادیانی خلیفہ کی اجازت کے بغیر جڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ ربوہ ایک بند شہر تھا جس میں بغیر حکم کوئی مسلمان داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ خلیفہ ربوہ وہاں کا مطلق العنان بادشاہ تھا جس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا۔ ربوہ کی

عبد القادر روپڑی، مولانا اسحاق چیمہ، شیخ محمد اشرف،
مولانا محمد صدیق، مولانا محمد شریف اشرف۔

تبلیغی جماعت: مولانا مفتی زین العابدین۔

شیخ: سید مظفر علی شمس۔

مسلم لیگ: میجر اجاز احمد، چوہدری صفدر علی

رضوی، چوہدری ظہور انبی، سید اصغر علی شاہ۔

پاکستان جمہوری پارٹی: نوابزادہ نصر اللہ خان،

رائہ ظفر اللہ خان۔

مجلس احرار: مولانا عبید اللہ احرار، مولانا سید

عطاء المنعم شاہ بخاری، چوہدری شاہ اللہ، سید ملک

عبد الغفور انوری، سید عطاء الحسن بخاری۔

اشاعت التوحید: مولانا غلام اللہ خان، مولانا

عنایت اللہ شاہ۔

جماعت اہل سنت: مولانا گلام علی اوکاڑوی،

سید محمود شاہ گجراتی۔

اتحاد العلماء: مولانا مفتی سیاح الدین، کاکا

خیل، مولانا محمد چرخ، مولانا گلزار احمد مظاہری۔

تنظیم اہلسنت: مولانا سید نور الحسن بخاری،

مولانا عبد الستار تونسوی۔

حزب الاحناف: مولانا سید محمود رضوی،

مولانا ظلیل احمد قادری۔

قادیانی محاسبہ کمیٹی: آغا شورش کاشمیری،

علامہ احسان انبی ظہیر۔

نیشنل عوامی پارٹی: ارباب سکندر خان، امیر

زادہ۔

جماعت اسلامی: پروفیسر غفور احمد، چوہدری

غلام بیگانی، میاں ظلیل محمد۔

سرپا احتجاج بن گئی۔ جلوس نکلنے لگے، مظاہرے

ہونے لگے، احتجاجی جلسے شروع ہو گئے اور تحریک

پورے ملک کی گلی گلی میں پھیل گئی۔ ہڑتائیں ہونے

لگیں اور قادیانیوں کا سوشل ہائیڈک شروع ہو گیا۔

تحریک میں اتنا جوش و خروش تھا کہ طالبات اور اساتذہ

نے بھی احتجاجی جلوس نکالے اور مظاہرے کیے۔

قادیانی پورے ملک سے دم دبا کر روئے کی طرف

بھاگنے لگے۔ بہت سے مقامات پر مظاہرین اور پولیس

میں جھڑپیں ہوئیں جن میں لاشمی چارج اور آنسو

گیس کا استعمال کیا گیا۔ بطل حریت آغا شورش

کاشمیری کی تحریک پر مولانا سید یوسف بنوری کو

مجلس عمل تحفظ نبوت پاکستان کا کنوینر مقرر کیا گیا اور

مستقل انتخاب کے لیے ۲۶ جون ۱۹۷۳ء کو فیصل آباد

میں ملک بھر کے علماء و مشائخ و سیاست دان جمع

ہوئے۔ اس وقت مجلس عاملہ میں مندرجہ ذیل

حضرات کو نمائندگی ملی، جس کی تفصیل یوں ہے:

مجلس تحفظ ختم نبوت: مولانا محمد یوسف

بنوری، مولانا خان محمد، مولانا تاج محمود، مولانا محمد

شریف جلدن حری، سردار میر عالم لغاری۔

جمعیت علماء اسلام: مولانا مفتی محمود، مولانا

عبد الحق اکوڑہ فلک، مولانا عبید اللہ انور، مولانا محمد

زمان اپکنزی، مولانا محمد اجمل خاں، مولانا محمد ابراہیم۔

جمعیت علماء پاکستان: مولانا شاہ احمد نورانی،

مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل

رسول، مولانا عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا محمود علی

قصوری، مولانا غلام علی اوکاڑوی۔

جمعیت اہل حدیث: میاں فضل حق، مولانا

مقدس خون کی قسم میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ

تمہارے خون کے ایک ایک قطرہ کا قادیانیوں سے

انتقام لیا جائے گا اور قادیانی ملتان اپنے انجام کو

پہنچیں گے۔ آپ حضرات کو ایئر کنڈیشنڈ ہوگی میں

معتل کر کے ملتان بھجوا لیا جا رہا ہے۔ آپ حضرات

اطمینان رکھیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہ

بیٹھیں گے جب تک اس ظلم کا حساب نہ چکائیں۔

آپ کے بننے والے خون کے ہر قطرہ سے قادیانیوں

کی موت کے پردانے پر دستخط ہوں گے۔ اگر آپ

کے خون کو رائیگاں کر دیا گیا تو میں آپ کے خون کا

جو لبدہ ہوں گا۔"

مولانا کی تقریر نے زخمی طلباء کے دل جیت

لیے۔ گاڑی طلباء کو لے کر ملتان روانہ ہو گئی۔

گو جڑہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، شورکوٹ، خانپوٹ، ملتان

جہاں جہاں گاڑی کے شاپ تھے، مولانا نے وہاں کے

احباب کو اس صورت حال سے مطلع کر دیا۔ جس

شاپ پر گاڑی رکھی، پورا شہر یا قصبہ زخمی طلباء کی

محبت میں شیشوں پر پتھر پھینچا جاتا۔ ہر شیشہ پر زبردست

مظاہرہ ہوا اور طلباء کو باور کرایا گیا کہ قادیانیوں نے

صرف ہمیں ہی زخمی نہیں کیا بلکہ انہوں نے پوری

ملت اسلامیہ کے قلب پر وار کیا ہے۔

ریلوے اسٹیشن پر اخباری نمائندوں نے مولانا

تاج محمود سے آئندہ لاکھ عمل پوچھا تو آپ نے شام

پانچ بجے "انیم" ہوٹل میں پریس کانفرنس کا وقت

دے دیا۔ بھرپور پریس کانفرنس ہوئی اور آپ نے

مولانا سید یوسف بنوری کے حکم کے تحت تحریک کا

اعلان کر دیا۔ قادیانیوں کی خنڈہ گردی پر پوری قوم

جب تحریک کی قیادت کے لیے گھرتے نکلے تو اپنے مدرسے کے مفتی صاحب سے کہا کہ حضرت مفتی صاحب! میں تحریک کی رہنمائی کے لیے جا رہا ہوں کو ختم نبوت کا رضا کار بنایا۔ اخبارات اور رسائل نے اپنی دینی غیرت اور عشق رسول کا حق ادا کر دیا۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ اور ”بصارت“ نے خود کو تحفظ ختم نبوت پہ نثار کر دیا اور تحریک کے شباب کو برقرار رکھا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے اور اپنا کفن بھی ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ پھر کفن نکال کر مفتی صاحب کو دکھایا۔ مزید فرمایا کہ مرزائیوں کو اس ملک میں آئین کی رو سے کافر ٹھہرائیں گایا اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا، واپس گھرانے کا ارادہ نہیں۔

نواز حنیف رائے اس وقت پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھے۔ اس نے جگہ جگہ مرزائیوں کی وکالت کی۔ اس نے خانہوال میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ میں مولویوں کو مار مار کر ان کے پیٹوں سے حلوہ نکال دوں گا۔ مرزائیوں کے اس مہرے نے جگہ جگہ تحریک کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی، لیکن عوامی غیظ و غضب کے طوفان کے سامنے مرزائیوں کے ساتھ خود بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ حکومت نے تحریک کے ترجمان، ہفت روزہ چٹان، کاڈ بیکلریشن منسوخ کر دیا اور پریس ضبط کر لیا اور اس کے ساتھ ہی آغا شورش کاشمیری کے بچوں کا پریس مسودہ پر ہتھیار بھی ضبط کر لیا گیا۔ حکومت پنجاب نے بطل حریت آغا شورش کاشمیری کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کر لیا۔

قومی اسمبلی میں آزاد گروپ کے لیڈر مولانا ظفر احمد انصاری۔

اہم شخصیات: مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا انتخاب

صدر: مولانا محمد یوسف بنوری

ناظم اعلیٰ: مولانا محمود احمد رضوی

نائب صدر: مولانا عبدالستار خان نیازی، سید

مظفر علی شمس، مولانا عبدالواحد، نوابزادہ نصر اللہ خان

نائب ناظم: مولانا محمد شریف چاندھری

خازن: یہاں فضل حق

عوام کے ملک گیر احتجاج کو دیکھتے ہوئے

پنجاب گورنمنٹ نے ساتھ روہ کی عدالتی تحقیقات کا

حکم دے دیا۔ جسٹس سردار محمد اقبال نے جسٹس

کے ایم۔ مہدانی کو تحقیقاتی افسر مقرر کیا۔ جناب

جسٹس مہدانی نے روہ کا تفصیلی دورہ کیا۔ مرزانا صر

نے انہیں قعر خلافت میں کھانے پر مدعو کیا، لیکن

جسٹس مہدانی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد

مرزانا صر نے خود ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا

اور وقت مانگا، لیکن جسٹس مہدانی نے پھر جواب دے

دیا۔ تحقیقات کے دوران جسٹس مہدانی نے روہ سے

کچھ نہ کھایا یا۔ وہ اپنا سامان خورد و نوش اپنے پاس

رکھتے تھے۔ شاید عدالتی تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے

ہوئے یا حفاظت جان کے لیے! جناب جسٹس مہدانی

کی عدالت میں مرزانا صر کو بھی طلب کیا گیا اور اس کا

سات گھنٹے کا قہقہہ بیان ریکارڈ کیا گیا۔ مشورہ مرزائی

آغا صاحب شدید بیمار تھے۔ ظالموں نے انہیں میو ہسپتال لاہور میں داخل کروا کر ان پر پولیس کا کڑا سپرہ لگوا دیا۔ یہ امتحان ان کے قدموں میں ڈگمگا ہٹ پیدا نہ کر سکا اور فدائی ختم نبوت نے شدید علامات میں جسٹس مہدانی کی عدالت میں قادیانی امت کے بارے میں پانچ گھنٹے شہادت دی، جس میں قادیانیت کے غلط چہرے سے غائب اٹھا کر ان کی اسلام اور پاکستان دشمنی کو ثابت کیا گیا۔ بہت سے سرستہ رازوں کا انکشاف کیا، قادیانیوں کی اندرون خانہ کریناک کمانی سنائی اور مرزا ناصر کی شخصیت کے تار و پود بکھیرے۔

مجلس عمل کے صدر مولانا سید یوسف بنوری ٹٹے

بوصاپے کے باوجود پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور

عوام کی رگوں میں جنمادی خون دوڑا دیا۔ پوری قوم کو

جہاد بنا کر قادیانیت کے خلاف صف آرا کر دیا۔ آپ

توڑیں گے ہر اک لات و اہل جھوٹے نبی کا پاس ہر اک مسجد ضرار کریں گے سو ہار بھی گر ہم کو ملے نیست کی نعت قربان شہ کونین پہ ہر بار کریں گے اس دور میں ہو جرم اگر عشق محمد اس جرم کا اقرار سردار کریں گے تحریک کے بڑھتے ہوئے زور کو توڑنے کے لیے حکومت نے ختم نبوت کے ہزاروں رضا کاروں کو مختلف دفعات کے تحت پابند سلاسل کر دیا۔ جلوسوں پر شدید لاشمی چارج کیا، جس سے ہزاروں کارکن زخمی ہو گئے۔ بہت سے مقامات پر قادیانیوں نے مسلمانوں پر فائرنگ کی، جس سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے مشتعل ہو کر قادیانیوں کے کئی مکانات اور دکانیں جلا دیں۔ تحریک

دن بدن زور پکڑتی گئی۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان نے پورے ملک میں جلسوں اور کانفرنسوں کا جال بچھلایا۔ ہر خطیب آتش فشاں تھا ہر مقرر شعلہ بار تھا۔ انہوں نے پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف آگ لگادی اور ملت اسلامیہ پاکستان کے ہر فرد مسلمانوں کو قادیانوں کے عقائد سے آگاہ کرنے کے لیے لاکھوں کے تعداد میں ونڈیل اور پمفلٹ تقسیم کیے اور انہیں کلیدی اسٹیج پر بیٹھے لوگوں تک پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیا۔ مجلس عمل کی اپیل پر قادیانوں کے خلاف سوشل پبلیکٹ کی مہم چلائی گئی جس نے قادیانیت کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ مسلمانوں نے قادیانی دکانداروں سے سودا لینا بند کر دیا اور مسلمانوں دکانداروں نے قادیانوں کو سودا سلف دینے سے انکار کر دیا۔ گلی محلوں میں قادیانوں کا مکمل بایکٹ کر دیا گیا۔ مسلمانوں نے قادیانی ہمسایوں سے بول چال اور لین دین بالکل بند کر دیا جس سے قادیانیت بلبلا اٹھی اور بہت سے قادیانی قادیانیت سے توبہ کر کے دوبارہ حلقہ گمبوش اسلام ہوئے۔

مجلس عمل نے ۳۴ جون کو پورے ملک میں ہڑتال کی اپیل کی۔ شیخ ختم نبوت کے پروانوں نے مجلس عمل کی آواز پر بلیک کما اور ۳۴ جون کو ملک میں درہ خیبر سے کراچی اور لاہور سے کوسٹ تک ایسی زبردست ہڑتال ہوئی کہ تاریخ پاکستان میں جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ ہڑتال نے حکومت کی چولیس ہادیں اور حکومت کو چیلایا کہ ملت اسلامیہ قادیانی ناسور کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی اور وہ کسی ایسی حکومت کو بھی برداشت نہیں کر سکتی جو

قادیانیت کی حامی ہو۔

مسلمان لاکھ برس ہوں مگر نام محمد پر وہ تیار ہیں ہر حالت میں اپنا سر کٹانے کو قادیانیت کو بھروسے ہوئے مسلمانوں کے حصار میں دیکھ کر برطانوی گمشدہ سر ظفر اللہ خان نے بیرونی ممالک کے دورے کرنے شروع کر دیے اور بیرونی حکمرانوں سے بھٹو حکومت پر پریشر ڈالوانا شروع کیا۔ ظفر اللہ خان نے لندن میں ایک بہت بڑی پریس کانفرنس کا اہتمام کیا اور الزام لگایا کہ پاکستان میں حکومت قادیانوں کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام رہی ہے۔ اس نے عالمی اداروں سے مدد کی اپیل کرتے ہوئے داویا چھپایا کہ فوراً قادیانیت کی مدد کے لیے پاکستان پنچیں۔ قادیانی ظیفہ مرزا ناصر نے ایسوسی ایٹڈ پریس امریکہ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ قادیانوں کے خلاف فسادات بھٹو کی پارٹی نے کرائے ہیں اور اس طرح حکمران جماعت اپنی بگڑی ہوئی ساکھ کو بحال کرنا چاہتی ہے۔ اس نے زور دیتے ہوئے کہا کہ خواہ وہ قتل ہو جائے لیکن اپنے مسلک سے باز نہیں آئے گا۔ قادیانوں کو اسلام کی جانب پلٹنے اور تحریک سے خوفزدہ ہوتے دیکھ کر مرزا ناصر کی ہوائیان اڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ان کے سہار حوصلوں کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے مرزا قادیانی کا یہ

الہام ربوہ کے درو دیوار پر لکھوایا

”خدا اپنی فوجوں کے ساتھ آ رہا ہے“

لیکن نہ قادیانی خدا آیا اور نہ قادیانی خدا کی فوجیں آئیں اور مرزا قادیانی کا یہ الہام ملت اسلامیہ کے بھروسے ہوئے سیلاب کے سامنے خس و خاشاک

کی طرح بہ گیا۔

تحریک ختم نبوت کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پہنچ گیا قرار دو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی (قرار داد الگ شائع کی جا رہی ہے)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لیے دو مہینے میں ۱۲۸ اجلاس اور ۹۲ نشستیں کیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ممبران قومی اسمبلی کو ”ملت اسلامیہ کا موقف“ نامی کتاب پیش کی گئی جبکہ قادیانیوں اور لاہوریوں نے اپنے اپنے موقف میں لڑ بچر تقسیم کیا۔ قومی اسمبلی میں مرزا ناصر پر گیارہ روز میں ۳۲ گھنٹے جرح کی گئی اور لاہوری شاخ کے امیر صدر الدین پر ۷ گھنٹے جرح کی گئی۔ دوران جرح مرزا ناصر کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے، وہ لوٹ پٹانگ ہاتھیں کرتا، گھبراہٹ میں بار بار پانی مانگتا اور کبھی لاجواب ہو کر بالکل ساکت ہو جاتا۔ ذیل میں ہم قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود اور مرزا ناصر میں ہونے والی گفتگو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں جس کی روداد مولانا مفتی محمود نے ”ختم نبوت کانفرنس ربوہ میں سنائی تھی اور یہ روداد بہت سے رسائل میں شائع ہو چکی ہے۔

پہلا سوال ہم نے ان سے کیا: ”آپ مرزا صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ وہ کون تھے؟“

اس نے جواب میں کہا: وہ امتی نبی تھے امتی نبی۔“

اس سے پوچھا: امتی نبی کسے کہتے ہیں؟“

اس نے کہا: ”جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کوئی فرد آپ ﷺ

کی ابتاع کرتے ہوئے جب نبوت کا مقام حاصل

کرتا ہے، آپ ﷺ کی ابتاع سے
آپ ﷺ کی امت ہی کا ایک فرد تو اسے
امت نبی کہتے ہیں۔ یہ مقام انہیں حاصل تھا۔

اس سے پوچھا ”کیا مرزا صاحب سے پہلے تیرہ
سوسال میں اسلامی ادوار میں کوئی شخص اور بھی امتی
نبی بنا ہے؟ آخر تیرہ سوسال گزرے اور امتی نبی
جب بن سکتا ہے کوئی شخص ان کے بعد آپ کے
خیال میں تو کوئی اور بھی بنا؟“

اس نے کہا: ”نہیں، کوئی نہیں۔“

ہم نے کہا: ”حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جو افضل الامت بلکہ انبیاء کے بعد تمام
انسانوں سے افضل۔۔۔ وہ بھی کیا
آپ ﷺ کی ابتاع سے اس مقام کو حاصل
کر چکے تھے یا نہیں؟“

انہوں نے کہا: ”نہیں وہ بھی امتی نبی نہیں“
”جناب مرفاروق جن کے بارے میں
حضور ﷺ نے فرمایا: لو کان بعدی
نبی لکان عمر بن الخطاب کیا وہ بھی امتی
نبی تھے؟“

کہا: ”نہیں“

”حضرت عثمان فنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟“

کہا: ”نہیں“

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟“

کہا: ”نہیں“

اب جو سنی ممبر تھے وہ اس سے متاثر ہوئے
کہ اچھا یعنی یہ مرزا کو حضرات شیخین یا خلفاء اربعہ

سے اصل جھٹتا ہے؟ یہ ان کا عقیدہ۔ وہ تھوڑا سا
متنفر ہو گئے۔ پھر ہم نے پوچھا: ”کیا حضرت حسنؓ وہ
بھی امتی نبی تھے؟“
کہا: ”نہیں“

”حضرت حسین رضی اللہ عنہ؟“

کہا: ”نہیں“

شیعہ اس سے متنفر ہو گئے۔

”امامین؟“

کہا: ”نہیں۔“

ذہن کو دھچکا لگتا گیا۔ پھر اس سے پوچھا ہم

نے ”اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے تو کوئی نہیں آیا تو مرزا
صاحب کے بعد قیامت تک کوئی امتی نبی آئے گا؟“
تو اس نے کہا: ”نہیں، نہیں“

پھر پوچھا اس سے ”اس کے معنی تو پھر یہ

ہوئے کہ مرزا صاحب آپ کے عقیدہ کے مطابق

خاتم النبیین ہیں اور قرآن تو کہتا ہے ولکن

رسول اللہ وخاتم النبیین۔

حضور ﷺ کا لقب ہے خاتم النبیین تو،

آپ تو ان کو سمجھتے ہیں خاتم النبیین۔“

اس نے کہا بالکل نہیں، بالکل نہیں۔“

”کیسے نہیں؟ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بعد تو مرزا آئے اور مرزا کے بعد قیامت تک

کوئی نہ آئے تو خاتم النبیین تو مرزا ہوئے۔ ٹھیک

ہے نا! ان کے عقیدے کے مطابق تو حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے بعد مرزا نبی آئے اور مرزا کے بعد

قیامت تک کوئی نبی نہ آئے، نہ امتی، نہ ظلی، نہ

بروزی نہ تشریحی، نہ غیر تشریحی کوئی نبی نہ آئے تو

خاتم النبیین کون ہوا۔ بتاؤ؟“

تو اس نے کہا: ”نہیں، نہیں۔“

”نہیں کیسے نہیں؟“

اس نے کہا: ”مرزا صاحب تو کچھ بھی نہیں

تھے۔“

اب ہمیں تھوڑی سے خوشی بھی ہوئی کہ وہ

خود دیکتا ہے کہ کچھ بھی نہیں تھے۔ ہم نے کہا: ”وہ

کچھ تو تھے آخر۔ وہ تمہارے دادا تھے۔ یہ کیسے کہتے

ہو کچھ بھی نہیں تھے۔ پھر تم کہاں سے آئے؟ یہ

بتاؤ۔“

اس نے کہا: ”نہیں، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی ذات اقدس میں ایسے فنا ہو گئے تھے کہ وہ

بالکل ایک ہو گئے۔ ان کی ختم نبوت ان کی اور ان کی

ان کی۔“

یہ کیا؟ ہم نے کہا: اچھا تم یہ بتاؤ مرزا صاحب

پر وحی آتی تھی؟“

ان کی وحی بھی قرآن کی طرح یقینی تھی یا اس

میں غلطی کا کوئی احتمال تھا۔ یہ ان کی کتابوں سے

حوالے ہم نے اٹھے کیے تھے۔ ساری کتابیں انہی

ہمارے پاس موجود ہوتی تھیں۔ اس نے لکھا ہے کہ

میری وحی بھی قرآن کی طرح یقینی ہے۔ اس میں خطا

کا کوئی احتمال نہیں۔ اگر وہ انکار کریں تو ہم کتابیں

دکھاتے۔ وہ جانتا تھا کہ ان کے پاس حوالہ ہے۔

اس نے کہا: ”ہاں، قرآن کی طرح یقینی ہے۔“

جھوٹ کا کوئی احتمال نہیں۔ غلطی اور خطا کا کوئی احتمال

نہیں۔“

”تو پھر یہ بتاؤ انہوں نے یہ لکھا: ایک کتاب

مسلم بعین المحبۃ والمودة
وبقلبی ووصلقنی الاخریۃ البغایۃ
الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم
لا یقبلون

”ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت اور موت
کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے، میری
تصدیق کرتا ہے مگر زیتہ ابغایۃ کجیروں کی اولاد،
جن کے دلوں پر اللہ نے مرا لگائی ہوئی ہے، وہ مجھے
قبول نہیں کرتے۔“

ہم نے کہا ”پھر یہ عبارت ذرا پڑھ لو۔ کیا یہ
بھی وحی ہے، یقینی ہے، جو مرزا کو نہیں قبول کرتے
نبی کی حیثیت سے، کیا وہ کجیروں کی اولاد ہیں؟ بات
ٹھیک ہے تمہاری۔“

تو اس نے کہا ”یہاں پر یہ بغایتہ جو ہے یہ
بغوت سے ہے۔ یہ سرکشوں کی اولاد ہیں۔ یہ معنی
ہیں۔“

(باقی آئندہ)



انہوں نے کہا ”ٹھیک۔“
ہم نے کہا ”وہ تو کہتا ہے کہ بچے کافر یہ بچا
کافر کیسا ہوا؟“

اس نے کہا: ”چھوٹے کفر میں بچے۔“
”چھوٹے کفر میں بچے۔ اچھا، یہ جو کہتا ہے کہ
دائرہ اسلام سے خارج، یہ دائرے سے جب نکل گیا
پھر اسلام سے کیا تعلق رہا اس کا؟“

اس نے کہا ”اسلام کے کئی دائرے ہیں۔
ایک دائرے سے نکل گئے، دوسرے میں ہیں۔“
ہم نے کہا ”جنسی ہے، وہ تو جنسی کہتا ہے۔
مسلمان تو جنسی نہیں ہوتا۔“
اس نے کہا ”تھوڑی دیر کے لیے جنم میں
بھیج دیں گے اس کے بعد پھر جنت میں۔“

ذرا تو بلیوں کو دیکھو، لیکن ان تلو بلیوں سے کیا
کلام چلا۔ لوگ سمجھ گئے تھے، یہ ہمیں کافر کہتا ہے۔
ہمارے ممبر سمجھ گئے تھے۔ ان سے پوچھا: ”تمہاری
کتاب میں ”مرزا صاحب کی کتاب میں لکھا ہوا ہے
کہ

تلک کتب ینظر الیہا کل

جس کا ہم نے حوالہ دیا کہ جو شخص بھی مجھ پر ایمان
نہیں لاتا، خواہ اس نے میرا نام تک نہ سنا ہو تو وہ
مشرک ہے، وہ کافر ہے، بچا کافر ہے، دائرہ اسلام سے
خارج ہے، جنسی ہے۔ یہ ذرا الفاظ کافر، بچا کافر، دائرہ
اسلام سے خارج، جنسی چار لفظ۔ ہم نے کہا یہ بھی
اس کی عبارت ہے، یہ بھی وحی ہے؟“

”ہائل درست!“ اس نے کہا ”ہائل
درست۔“

اب ہمارے جو ممبر تھے، وہ اگرچہ انہیں
مسلمان سمجھتے تھے، لیکن اس پر ایمان تو نہیں لائے
تھے۔ وہ سمجھ گئے اور ظالم، یہ تو ہمیں کافر کہتا ہے، بچا
کافر کہتا ہے، جنسی کہتا ہے۔ یہ بات تو ان پر بھی
آئے گی۔ اب ذرا وہ اور متظر ہوئے۔

اس نے کہا ہاں یہ بات بھی ٹھیک۔“
ہم نے کہا ”اگر ٹھیک ہے تو جو لوگ، جنہوں
نے مرزا کو تسلیم نہیں کیا، وہ سب کافر ہیں؟ آپ کے
خیال میں۔“

اب وہ سمجھ گیا کہ یہ میں نے کیا بات کہی۔
اس سے تو یہ سارے ممبر ہمارے خلاف ہو جائیں
گے تو اس نے کہا ”یہ ان کی ایک اصطلاح ہے۔ امام
بخاری نے باب باندھا ہے کفر دون کفر کفر
چھوٹے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی ہوتے ہیں۔ بڑا کفر
اور چھوٹا کفر، تو انہوں نے کہا کہ وہ چھوٹے کافر ہیں۔
ہاں گناہ کا مرتکب، اگر گناہ کا مرتکب وہ کفر کرتا ہے
لیکن وہ کفر چھوٹا کفر ہے، یعنی دائرہ اسلام سے خارج
نہیں کرتا، پھر بھی مسلمان رہتا ہے۔“

ہم نے کہا ”وہ کافر نہیں، چھوٹا کافر ہے۔“

ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح

اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے

آسمانوں کی زینت ستارے
نہایت کی زینت زیورات

ستارہ جیوٹرز

ضرائف بازار میٹھا روڈ کرنچی نمبر ۲

فون نمبر ۷۴۵۰۸۰۱

فراگئے یہ ہادی الابی لہری

تا ابد ختم نبوت زندہ باد

ختم نبوت کا مفسر

پندرہویں سالانہ
دو روزہ

۲۳-۲۴ اکتوبر ۱۹۹۶ جمعرات جمعہ الیوم
مسلم کالونی بڑا صدیق آباد
سابق ۱۹-۲۰ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ

علماء، مشائخ،
سیاسی قائدین
دانشور اور وکلاء
خطاب فرمائیں

مخدوم المشائخ
حضرت
مولانا
خان محمد
اصناف

امیر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

کافر نہیں ہے صرف نامہ غیبیہ قادیانیت کے متعلق اہل خواب کی مٹھل منگھلی جیسی شخص کو تحریری اہل نبی آباد ہوگی جسٹس مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

فون نمبر
0111-3334444
0111-3334444
0111-3334444

تاریخی قومی دستاویز

1974

قومی اسمبلی میں قادیانی مفکر کی مکرمل کارروائی



ترتیب و تدوین:
مولانا اللہ وسایا

ترتیب و تدوین:

شاہین
نغم نبوت
مولانا اللہ وسایا

قومی تاریخی

دستاویز

۱۹۷۴

قومی اسمبلی میں قادیانی مفکر کی مکرمل کارروائی

- قومی اسمبلی کے تاریخی سیشن میں مرزا ناصر قادیانی اور صدر الدین لاہوری کے بیانات
- مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی جناب یحییٰ بختیار انارنی جنرل آف پاکستان کی وساطت سے تاریخی جرح
- مجاہد اسلام مولانا علام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مولانا عبدالحکیم پروین سرغفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ الزہری، مولانا ظفر احمد انصاری، چوہدری ظہور الہی اور دیگر اراکین اسمبلی کے مدلل سوالات
- قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ اور دیگر اراکین اسمبلی کے بیانات

کتاب کا مطالعہ آپ کو اسمبلی کے خصوصی سیشن میں پہنچا دے گا

عمدہ
کانڈ و طباعت

صفحات
۳۸۴

رنائی قیمت مجلد
۱۰۰ روپے

حضور ی باخ روڈ ملتان ۵۱۳۲۲
دفعہ نغم نبوت پرائیمنش، ایم اے جسٹس روڈ کراچی ۷۸۰۳۳

عالمی مجلس تحفظ مکتب نبوت
نامشر